سورۃ النجم

آیاتہا ۶۲ ۔ ۵۳ سورۃ النجم مکیۃ ۲۳ ۔ رکوعاتہا ۳

یہ مکی ہے، اس کی باسٹھ آیات ہیں۔

حضرت حسن بصری، عکرمہ، عطا اور حضرت جابر کے نزدیک یہ تمام کی تمام مکی ہے۔ حضرت ابن عباس اور قتادہ نے کہا: مگر ایک آیت مدنی ہے وہ ہے اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کی آیات باسٹھ ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا: یہ تمام سورت مدنی ہے جب کہ صحیح یہ ہے کہ یہ سورت مکی ہے کیونکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت نقل کی ہے کہ یہ وہ پہلی سورت ہے جس کا اعلان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں کیا۔ بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ نجم میں سجدہ کیا(1)۔ آپ کے ساتھ مسلمانوں، مشرکوں، جنوں اور انسانوں نے بھی سجدہ کیا۔ حضرت عبداللہ سے یہ روایت مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ نجم پڑھی اور اس کے لیے سجدہ کیا قوم میں سے کوئی آدمی نہ بچا مگر سب نے سجدہ کیا(2)۔ لوگوں میں سے ایک نے کنکریوں کی ایک مٹھی لی یا مٹی کی مٹھی لی اور اسے اپنے چہرے کی طرف اٹھایا اور کہا: ''مجھے یہی کافی ہے''۔ حضرت عبداللہ نے کہا: میں نے اسے بعد میں دیکھا اسے کافر کی حیثیت میں قتل کر دیا گیا ہے۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے۔ جس آدمی نے یہ کیا تھا اسے امیہ بن خلف کہتے۔

صحیحین میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت مروی ہے کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سورۃ النجم سنائی تو آپ نے سجدہ نہ کیا(3)۔ اس بارے میں بحث سورۂ اعراف کے آخر میں گزر چکی ہے۔ الحمدللہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی ۙ﴿۱﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰی ۚ﴿۲﴾ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ﴿۳﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰی ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰی ۙ﴿۵﴾ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰی ۙ﴿۶﴾ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی ؕ﴿۷﴾ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی ۙ﴿۸﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی ۚ﴿۹﴾ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰی ؕ﴿۱۰﴾

''قسم ہے اس (تابندہ) ستارے کی جب وہ نیچے اترا تمہارا (زندگی بھر کا) ساتھی نہ راہ حق سے بھٹکا اور نہ بہکا اور وہ تو بولتا ہی نہیں اپنی خواہش سے۔ نہیں ہے یہ مگر وحی جو ان کی طرف کی جاتی ہے، انہیں سکھایا ہے زبردست

1۔ صحیح بخاری، باب سجود القرآن، سجود المسلمین مع المشرکین، جلد 1، صفحہ 146
2۔ ایضاً، سجدۃ النجم، جلد 1، صفحہ 146
3۔ ایضاً، باب سجود القرآن، من قرا السجدۃ ولم یسجد، جلد 1، صفحہ 146

قوتوں والے نے بڑے دانا نے پھر اس نے (بلندیوں کا) قصد کیا اور وہ سب سے اونچے کنارے پر تھا۔ پھر وہ قریب ہوا اور قریب ہوا یہاں تک کہ صرف دو کمانوں کے برابر بلکہ اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا پس وحی کی اللہ نے اپنے (محبوب) بندے کی طرف جو وحی کی''۔

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۞ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد نے کہا: وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى سے مراد ہے ثریا جب فجر کے ساتھ غروب ہو جائے۔ عرب ثریا کو نجم کہتے ہیں اگرچہ تعداد میں یہ نجوم ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ سات ستارے ہیں ان میں سے چھ ظاہر ہیں اور ایک مخفی ہے جس کے ساتھ لوگ اپنی نظروں کا امتحان کرتے ہیں۔ قاضی عیاض کی ''الشفا'' میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ثریا میں گیارہ ستارے دیکھا کرتے تھے۔ مجاہد سے یہ بھی مروی ہے: معنی ہے قسم ہے قرآن کی جب وہ نازل ہو(1)۔ کیونکہ وہ آیات درآیات نازل ہوتا تھا؛ یہ فراء کا قول ہے۔ ان سے یہ بھی مروی ہے: مراد تمام ستارے ہیں جب وہ غروب ہوں؛ یہ حضرت حسن بصری کا قول ہے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ستاروں کی قسم اٹھائی جب وہ غائب ہوں۔ لفظ واحد کے ساتھ تعبیر کرنا ممتنع نہیں اس کا معنی جمع کا ہے۔ ایک چرواہے نے کہا:

فَبَاتَتْ تَعُدُّ النَّجْمَ فِی مُسْتَحِيرَةٍ(2)

اس نے حیرت کے عالم میں ستارے گنتے ہوئے رات گزاری۔

عمر بن ابی ربیعہ نے کہا:

أَحْسَنُ النَّجْمِ فِی السَّمَاءِ الثُّرَيَّا وَالثُّرَيَّا فِی الأَرْضِ زَيْنُ النِّسَاءِ

آسمان میں سب سے خوبصورت ستارہ ثریا ہے، زمین میں ثریا، عورتوں کی زینت ہے۔

حضرت حسن بصری نے کہا: نجم سے مراد ستارے ہیں جب قیامت کے روز وہ گریں گے(3)۔ سدی نے کہا: یہاں نجم سے مراد زہرہ ہے کیونکہ عربوں میں سے کچھ لوگ اس کی عبادت کیا کرتے تھے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس سے مراد وہ ستارے ہیں جن کے ساتھ شیاطین کو رجم کیا جاتا ہے اس کا سبب ہے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کرنے کا ارادہ کیا تو آپ کی ولادت سے قبل ستارے ٹوٹ کر گرے اس وجہ سے بہت سے عرب ڈر گئے وہ اپنے کاہن کے پاس گئے جو نابینا تھے وہ انہیں حادثات کی خبر دیتا تھا لوگوں نے اس سے ستاروں کے ٹوٹنے کے بارے میں پوچھا: اس نے کہا: بارہ برجوں کی طرف دیکھو اگر ان میں سے کوئی ایک ٹوٹ گرے تو یہ دنیا کی تباہی کی علامت ہے۔ اگر ان میں سے کوئی بھی نہ ٹوٹے تو دنیا میں کوئی عظیم حادثہ رونما ہوگا اس کا علم حاصل کرو۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی یہی وہ عظیم امر تھا جس کا انہیں احساس ہوا تو اللہ تعالیٰ نے وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى کو نازل فرمایا وہ ستارہ جو گرا وہ اس نبوت کی وجہ سے تھا جو اس وقت رونما ہونے والی تھی۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: مراد اس سے ایسی نباتات ہے جس کا تنا نہ ہو۔ هَوٰى یعنی وہ زمین پر گر گئی۔ جعفر بن محمد علی بن حسین رضی اللہ عنہم نے کہا: النَّجْمِ سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ اِذَا هَوٰى جب معراج کی رات آپ آسمان سے

1۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 195 2۔ تفسیر طبری، جز 27، صفحہ 51 3۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 82

اترے۔ حضرت عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ عتبہ بن ابی لہب جس کے عقد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی تھی (1)۔ اس نے شام کی طرف نکلنے کا ارادہ کیا اس نے کہا: میں (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں گا اور ضرور انہیں اذیت دوں گا وہ آپ کے پاس آیا اور کہا: اے محمد! وہ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى اور الذی دنا فتدلی کا انکار کرنے والا ہے پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر لعاب پھینکا العیاذ باللہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹا دی اور اسے طلاق دے دی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: "اے اللہ! اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط کر دے"۔ ابو طالب موجود تھے غم کی زیادتی کی وجہ سے سر جھکا لیا اور کہا: اے بھتیجے! اس دعوت نے تجھے کیا فائدہ دیا؟ عتبہ اپنے باپ کے پاس آیا اور اسے سارا واقعہ بتایا پھر وہ قافلہ شام کی طرف چلا۔ انہوں نے ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ ایک راہب اپنے کلیسا سے ان پر جھانکا اس نے کہا: یہ علاقہ درندوں کا ہے۔ ابولہب نے اپنے ساتھیوں سے کہا: اے جماعت قریش! اس رات ہماری مدد کرنا۔ میں (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعا کی وجہ سے اپنے بیٹے کے بارے میں ڈرتا ہوں۔ انہوں نے اپنے اونٹوں کو جمع کیا اور اپنے گرد بٹھا لیا اور عتبہ کا محاصرہ کر لیا۔ شیر ان کے منہ سونگھتا ہوا آیا یہاں تک کہ عتبہ پر وار کیا اور اسے قتل کر دیا؛ حضرت حسان نے یہ شعر کہا:

مَنْ يَرْجِعُ العامَ إلى أَهْلِهِ　فَمَا أَكِيلُ السَّبُعِ بالرَّاجِعِ

اس سال کون اپنے گھر کی طرف لوٹے گا، درندے کا کھایا ہوا واپس نہیں لوٹتا۔

نجم کا اصل معنی طلوع کرنا ہے یہ جملہ کہا جاتا ہے: نجم السن دانت نکل آیا۔ نجم فلان ببلاد کذا فلاں نے فلاں علاقہ میں بادشاہ کے خلاف بغاوت کی۔ الھوی کا معنی نازل ہونا اور گرنا ہے۔ یہ کہا جاتا ہے: ھوی یھوی ھویا جس طرح مضی یمضی مضیا ہے؛ شاعر نے کہا:

بَيْنَما نَحْنُ بالبَلاكِثِ فالقَا　عِ سِرَاعًا والعِيسُ تَهْوِي هُوِيًّا

اسی اثنا میں کہ ہم بلاکث اور قاع میں تیزی سے گزر رہے تھے جب کہ عمدہ اونٹ اتر رہے تھے۔

اصمعی نے کہا: ھوی، یھوی هُوِيًّا جب بلندی سے پستی کی طرف گرے اسی طرح انھوی فی السیر ہے جب وہ گزر جائے۔ ھوی اور انھوی دو لغتیں ہیں جن کا معنی ایک ہے، شاعر نے دونوں کو اس شعر میں جمع کر دیا ہے:

وكَمْ مَنْزِلٍ لولايَ طِحْتَ كما هَوَى　بأجرامِهِ مِنْ قُلَّةِ النِّيقِ مُنْهَوِي

کتنی ہی منزلیں ہیں اگر میں نہ ہوتا تو تو سرگرداں رہتا جس طرح پہاڑ کی چوٹی سے گرنے والی چیز نیچے گرتی ہے۔

محبت میں کہا جاتا ہے: ھوی يَهْوَى هَوًى جب وہ محبت کرے۔

مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ یہ جواب قسم ہے معنی ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق سے گمراہ نہ ہوئے اور نہ اس سے پھرے۔ وَمَا غَوٰى ۝ غی اشد کی ضد ہے معنی ہے گمراہ نہ ہوئے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: آپ نے باطل گفتگو نہ کی۔ ایک قول یہ کیا گیا: جو طلب کیا اس میں خائب و خاسر مراد ہے۔ غی کا معنی خسارہ ہے۔

1۔ تفسیر کشاف، جلد 4، صفحہ 417

شاعر نے کہا:

فمن یلق خیرا یحمد الناس أمرہ ومن یغو لایعدم علی الغی لائما(1)

جو مال پاتا ہے لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں اور جو خسارہ اٹھاتا ہے تو وہ ملامت کرنے والے سے خالی نہیں ہوتا۔

مراد ہے جو اپنی طلب میں ناکام رہتا ہے لوگ اس کو ملامت کرتے ہیں۔ پھر یہ بھی جائز ہے کہ آپ کو خبر دی جارہی ہو جو وحی کے بعد ہوتا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ عمومی طور پر آپ کے احوال کی خبر دی جارہی ہو یعنی آپ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر کاربند رہے ہیں سورۂ شوریٰ آیت 52 میں ہم نے اللہ تعالیٰ کے فرمان مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِیْمَانُ کے ضمن میں جو بیان کیا ہے اس اعتبار سے یہی صحیح ہے۔

وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝

اس میں دو مسئلے ہیں:

مسئلہ نمبر 1۔ وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۝ قتادہ نے کہا: آپ قرآن اپنی خواہش سے بیان نہیں کرتے (2) ''یہ تو وحی ہے جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہے''۔ ایک قول یہ کیا گیا: عَنِ الْهَوٰی، بالھوی کے معنی میں ہے؛ یہ ابوعبیدہ نے قول کیا ہے؛ جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِیْرًا ۝ (الفرقان) یہاں بھی بہ، عنہ کے معنی میں ہے۔ نحاس نے کہا: قتادہ کا قول اولیٰ ہے اور عن اپنے معنی میں ہے یعنی آپ کا نطق (بولنا) اپنی رائے سے نہیں ہوتا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی ہوتی ہے کیونکہ اس کے بعد ہے اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝۔

مسئلہ نمبر 2۔ جو علماء امور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجتہاد کو جائز نہیں سمجھتے وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں اس آیت میں یہ دلالت بھی موجود ہے کہ سنت عمل میں نازل شدہ وحی کی طرح ہے۔ کتاب کے مقدمہ میں اس کے بارے میں حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے۔ الحمدللہ۔ سجستانی نے کہا: اگر تو چاہے تو اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝ کو مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ سے بدل دو۔ ابن انباری نے کہا: یہ غلط ہے کیونکہ ان خفیفہ ما کا بدل نہیں ہوتا اس پر دلیل یہ ہے کہ تو یہ نہیں کہتا: واللہ ما قمت إن أنا لقاعد۔

عَلَّمَهٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی ۝ حضرت حسن بصری کے علاوہ تمام مفسرین کی رائے یہ ہے کہ شَدِیْدُ الْقُوٰی سے مراد حضرت جبریل امین ہیں (3) کیونکہ ان کی رائے ہے اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے (4)۔ حضرت حسن بصری کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے فرمان ذُوْ مِرَّةٍ پر کلام مکمل ہو جائے گی۔ اس کا معنی ہے قوت والا اور قوت اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے اس کا اصل معنی اس کو مضبوطی سے بٹنا ہے گویا اسے لگاتار بٹا گیا یہاں تک کہ اس کا کھولنا مشکل ہو گیا۔ پھر فرمایا فَاسْتَوٰی اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے یعنی عرش پر متمکن ہوا؛ یہ معنی حضرت حسن بصری سے مروی ہے۔ ربیع بن انس اور فراء نے کہا:

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 390
2۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 391
3۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 196
4۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 82

فَاسْتَوٰى ۙ وَ هُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ؕ یعنی حضرت جبریل اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم متمکن ہوئے۔ یہ اس صورت کے بعد ہو گا جب ضمیر مرفوع پر ھو سے عطف کیا جائے اکثر عرب جب اس قسم کے عطف کا ارادہ کرتے ہیں تو معطوف علیہ کی ضمیر کو ظاہر کرتے ہیں وہ کہتے ہیں: استوی ھو و فلان وہ بہت کم ہی یہ کہتے ہیں استوی و فلان؛ فراء نے یہ شعر پڑھا:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ النَّبْعَ يَصْلُبُ عُودُهُ ولا يَسْتَوِي و الخِرْوَعُ المتقَصِّفُ(1)

کیا تو نہیں دیکھتا کہ نبع کے درخت کی لکڑی سخت ہوتی ہے وہ اور ٹوٹی ہوئی خروع (جڑی بوٹی) برابر نہیں ہوتی۔

اس کی مثل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّ اٰبَآؤُنَآ (النمل: 67) معنی ہے کیا اس وقت جب ہم اور ہمارے آباء مٹی ہو جائیں گے۔ آیت کا معنی ہے حضرت جبریل امین اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات افق اعلیٰ میں متمکن ہوئے۔ اس نے ضمیر پر عطف کو جائز قرار دیا ہے تاکہ تکرار نہ ہو۔ زجاج نے اس کا انکار کیا ہے مگر ضرورت شعری میں جائز کہا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: معنی ہے جبریل امین افق اعلیٰ پر متمکن ہوئے۔ یہ زیادہ بہتر ہے۔ جب استواء کرنے والے حضرت جبریل امین ہیں تو ذُوْ مِرَّةٍ کا معنی ہو گا وہ اچھی گفتگو کرنے والے ہیں (2)؛ یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے۔ قتادہ نے کہا: اچھی طویل صورت والے ہیں (3)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کا معنی ہے صحیح جسم والے روز آفات سے محفوظ ہیں، اسی معنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: لا تحل الصدقة لغنى ولا لذى مِرَّةٍ سَوِيٍّ۔ (4)

غنی اور صحیح اعضاء والے قوی آدمی کے لیے صدقہ لینا حلال نہیں۔ امراء القیس نے کہا:

كُنْتُ فيهم أبدًا ذاحِيلة مُحْكَمَ المِرَّةِ مأمُونَ العُقَد

میں ان میں ہمیشہ تدبیر والا رہا ہوں مضبوط اعضاء والا اور محفوظ وعدوں والا۔

یہ قول کیا گیا ہے: ذُوْ مِرَّةٍ قوت والا۔ کلبی نے کہا: حضرت جبریل امین کی قوت کا عالم یہ ہے کہ انہوں نے قوم لوط کے شہر کو پست ترین زمین سے اکھیڑا اسے اپنے ایک پر پر اٹھایا یہاں تک آسمان تک لے گئے یہاں تک کہ آسمان والوں نے ان کے کتوں کی آواز اور مرغوں کی چیخ کو سنا پھر انہیں الٹا دیا، ان کی قوت کا مظہر یہ بھی ہے کہ انہوں نے ابلیس کو ارض مقدسہ کی ایک گھاٹی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے گفتگو کرتے ہوئے دیکھا اپنے ایک پر سے اسے ہوا دی اور اسے ہند کے دور دراز پہاڑ میں پھینک دیا، ان کی قوت کا انداز یہ بھی ہے قوم ثمود میں چیخ ماری جن کی تعداد بہت زیادہ تھی تو صبح کے وقت وہ سب اوندھے منہ گرے، مرے، پڑے تھے، ان کی قوت کا اظہار اس طرح بھی ہوا کہ وہ انبیاء پر آسمان سے اترتے پھر اس کی طرف چڑھتے اور پلک جھپکنے کی دیر نہ لگتی۔ قطرب نے کہا: عرب ہر ایسے شخص کے بارے میں ذُوْ مِرَّةٍ کا لفظ استعمال کرتے ہیں جو عظیم رائے اور اعلیٰ عقل رکھتا ہو۔ شاعر نے کہا:

قد كنتُ قبلَ لِقاكُمُ ذامِرَّةٍ عندي لِكُلِّ مُخاصِمٍ مِيزانُهُ

1۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 197 2۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 242 3۔ ایضاً

4۔ سنن ابی داؤد، کتاب الزکوٰۃ، من یعطی من الصدقة وحد الغنى، جلد 1، صفحہ 231

تمہاری ملاقات سے پہلے میں دانشمند تھا میرے پاس ہر جھگڑا کرنے والے کے لیے ترازو تھا۔

اس کی عظیم رائے اور اعلیٰ دانش سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں کی طرف وحی پر انہیں امین بنایا۔ جوہری نے کہا: مرة چار طبائع میں سے ایک ہے۔ مرة کا معنی قوت اور عقل کی پختگی ہے رجل مرير ایسا آدمی جو قوی ہو اور دانشمند ہو۔ شاعر نے کہا:

تَرَى الرَّجُلَ النَّحِيفَ فتزدريه　وحَشْوُ ثِيَابِه أَسَدٌ مَرِيرٌ

تو کمزور آدمی کو دیکھتا ہے تو تو اسے بے عزت کر دیتا ہے جب کہ اس کے کپڑوں کے اندر قوی شیر ہے۔

مجاہد اور قتادہ نے کہا: ذُوْ مِرَّةٍ کا معنی ہے قوت والا (1)؛ اس معنی میں خفاف بن ندبہ کا قول ہے:

إنّي امرؤٌ ذو مِرّةٍ فاستبقِني (2)

میں ایسا آدمی ہوں جو بڑا قوی ہے تو مجھے باقی رکھ۔

قوت اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور مخلوق کی صفات میں سے بھی ہے۔ فَاسْتَوٰى اس کا فاعل حضرت جبریل امین ہیں جس طرح ہم نے بیان کیا ہے یعنی آسمان میں وہ مکان کی طرف بلند ہوئے بعد اس کے کہ انہوں نے حضرت محمد ﷺ کو علم پہنچایا؛ یہ سعید بن مسیب اور ابن جبیر کا قول ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کا معنی ہے وہ اس صورت میں کھڑے ہوئے جس صورت پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیدا کیا، کیونکہ وہ نبی کریم کے پاس انسانوں کی صورت میں آتے تھے جس طرح انبیاء کے پاس انسانی صورت میں آتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے سوال کیا کہ وہ اپنی وہ صورت دکھائیں جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا ہے تو حضرت جبریل امین نے دو دفعہ آپ کو اپنی صورت دکھائی ایک دفعہ زمین میں اور ایک دفعہ آسمان میں۔ جہاں تک زمین کا تعلق ہے وہ افق اعلیٰ میں صورت دکھائی۔ نبی کریم ﷺ غار حرا میں تھے جبرئیل امین نے مشرق سے طلوع کیا تو مغرب تک زمین کو بھر دیا۔ نبی کریم ﷺ بے ہوش ہو کر زمین پر آرہے تو حضرت جبرئیل امین انسانوں کی صورت میں آپ کے پاس آئے انہیں سینہ سے لگایا اور آپ ﷺ کے چہرہ سے غبار صاف کرنے لگے۔ جب نبی کریم ﷺ کو افاقہ ہوا، فرمایا: ''اے جبرئیل امین! میں یہ گمان نہیں کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو اس صورت پر پیدا کیا ہے'' (3)۔ حضرت جبرئیل امین نے کہا: اے محمد! ﷺ میں نے اپنے پروں میں سے صرف دو پر پھیلائے ہیں میرے چھ سو پر ہیں ہر ایک پر کی وسعت مشرق و مغرب کے درمیان ہے۔ فرمایا: ''یہ تو بہت بڑی چیز ہے''۔ حضرت جبرئیل امین نے کہا: اللہ تعالیٰ نے جو مخلوق پیدا کی ہے میری حیثیت اس کے مقابلہ میں بڑی چھوٹی سی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسرافیل کو پیدا فرمایا ہے اس کے چھ سو پر ہیں اس کا ہر ایک پر اتنا بڑا ہے جتنے بڑے میرے سب پر ہیں۔ بعض اوقات وہ اللہ تعالیٰ کے خوف سے اتنا کمزور ہو جاتا ہے کہ وہ چھوٹی چڑیا کے برابر ہو جاتا ہے؛ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: وَ لَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ۝ (التکویر) جہاں تک آسمان میں دیکھنے کا تعلق ہے تو آپ نے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا اس صورت پر حضرت محمد ﷺ

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 391　2۔ ایضاً　3۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 242

کے علاوہ کسی نبی نے نہیں دیکھا۔

ایک تیسرا قول بھی ہے کہ قرآن آپ کے سینہ میں قرار پکڑ گیا۔ اس تعبیر کی دو صورتیں ہیں (۱) حضرت جبرئیل امین کے سینہ میں وہ قرار پکڑ گیا جب وہ اسے لے کر اترے (۲) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ میں ثبت ہو گیا جب یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا۔

ایک چوتھا قول بھی ہے: معنی ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعتدال کی راہ اپنائی۔ اس تعبیر کی دو صورتیں ہیں (۱) اپنی قوت میں معتدل ہوئے (۲) اپنی رسالت میں کامل ہوئے؛ ماوردی نے ان دونوں کا ذکر کیا ہے (1)۔

میں کہتا ہوں: پہلی صورت میں کلام کی تکمیل ذُوْ مِرَّةٍ پر ہو گی اور دوسری صورت میں شَدِيْدُ الْقُوٰى پر تکمیل ہو گی۔

ایک پانچواں قول بھی ہے: اس کا معنی ہے بلند ہونا۔ اس تعبیر کی صورت میں دو وجہیں ہیں۔

(۱) جبرئیل امین اپنے مکان کی طرف بلند ہوئے جس طرح ہم نے ابھی ذکر کیا ہے۔

(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کے ساتھ بلند ہوئے۔

چھٹا قول ہے: اللہ تعالیٰ عرش پر متمکن ہوا؛ یہ حضرت حسن بصری کے قول کے مطابق ہے۔ سورۂ اعراف میں یہ بحث گزر چکی ہے۔

وَ هُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝ یہ جملہ حال ہے معنی ہے فاستوی عالیا یعنی حضرت جبرئیل امین اپنی صورت پر بلند ہوتے ہوئے کھڑے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے قبل انہیں نہیں دیکھا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا مطالبہ کیا تھا جس طرح ہم نے ذکر کیا ہے۔ افق سے مراد آسمان کی جانب ہے اس کی جمع آفاق ہے۔ قتادہ نے کہا: اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں سے سورج آتا ہے (2)؛ سفیان نے یہی کہا ہے۔ اس سے مراد وہ جگہ ہے جہاں سے سورج طلوع ہوتا ہے۔ مجاہد سے بھی اسی طرح مروی ہے کہا جاتا ہے اُفْق و اُفُق مثل عُسْر و عُسُر۔ حم سجدہ میں یہ بحث پہلے گزر چکی ہے۔ فرس افق عمدہ گھوڑا۔ مونث بھی اسی طرح ہے؛ شاعر نے کہا:

أرجِّلُ لِمَّتِي وَ أَجُرُّ ذَيْلِي وتَحْمِلُ شِكَّتِي أُفُقٌ كُمَيْتُ

میں اپنی مینڈھیوں میں کنگھی کرتا ہوں اور اپنے دامن کو گھسیٹتا ہوں اور میرے اسلحہ کو عمدہ بھورا گھوڑا اٹھائے ہوئے ہے۔

ایک قول یہ کیا گیا: ھو ضمیر سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں یعنی لیلۃ المعراج کو آپ افق مبین پر تھے۔ یہ قول ضعیف ہے کیونکہ یہ جملہ بولا جاتا ہے استوی ھو و فلان، یہ نہیں کہا جاتا: استوی و فلان۔ مگر ضرورت شعری میں یہ کہا جا سکتا ہے۔ صحیح یہ ہے کہ جبرئیل علیہ السلام بلند ہوئے اور جبرئیل امین اپنی اصل صورت میں افق اعلیٰ پر تھے کیونکہ جب وہ وحی لے کر اترتے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے انسانی صورت اختیار کرتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ پسند کیا کہ اسے حقیقی صورت میں دیکھیں تو جبرئیل امین افق مشرق سے ظاہر ہوئے اور افق کو بھر دیا۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ یعنی افق اعلیٰ میں ظاہر ہونے کے بعد حضرت جبرئیل امین زمین کے قریب ہوئے فَتَدَلّٰى یعنی وحی کے

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 392 2۔ ایضاً

ساتھ نبی کریم ﷺ پر نازل ہوئے مطلب یہ ہے جب نبی کریم ﷺ نے اس کی عظمت کو دیکھا جو دیکھا اور اس وجہ سے آپ خوفزدہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین کو آدمی کی صورت میں لوٹا دیا جب وہ وحی کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے قریب ہوئے یہی اللہ تعالیٰ کے فرمان فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ۝ کا مقصود ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین کی طرف وحی کی اور جبرئیل امین قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ کے مقام پر فائز تھے (1)؛ یہ حضرت ابن عباس، حضرت حسن بصری، قتادہ اور ربیع وغیرہ کا نقطہ نظر ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی منقول ہے کہ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ کا مفہوم یہ ہے اللہ تعالیٰ حضرت محمد ﷺ کے قریب ہوا۔ حضرت انس بن مالک نے نبی کریم ﷺ سے اس کی مثل روایت نقل کی ہے۔ معنی ہوگا اللہ تعالیٰ کا امر اور اس کا حکم قریب ہوا۔ التدلی کا اصل معنی ہے کسی چیز کی طرف اترنا یہاں تک کہ اس کے قریب ہو جائے تو اسے قرب کی جگہ رکھا گیا ہے؛ لبید نے کہا

فَتَدَلَّيْتُ عليه قافِلًا میں لوٹتے ہوئے اس پر اترا۔

فراء اس طرف گیا ہے کہ فَتَدَلّٰى میں فاء واؤ کے معنی میں ہے تقدیر کلام یہ ہے پھر جبرئیل امین علیہ السلام نیچے اترے اور قریب ہوئے لیکن یہ جائز ہوتا ہے جب دو فعلوں کا معنی ایک ہو یا ایک کی طرح ہو تو جس کو چاہو اسے پہلے رکھ لو۔ تو کہہ سکتا ہے: فدنا فقرب اور قرب فدنا۔ شتمني فاساء اور اساء فشتمني کیونکہ گالی دینا اور برا سلوک کرنا ایک ہی معنی میں ہے؛ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ (القمر) اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے معنی ہے چاند پھٹ گیا اور قیامت قریب آ گئی۔ جرجانی نے کہا: کلام میں تقدیر و تاخیر ہے یعنی تدلی فدنا کیونکہ نیچے اترنا قریب ہونے کا سبب ہے۔ ابن انباری نے کہا: یعنی پھر جبرئیل امین آسمان سے اترے اور حضرت محمد ﷺ کے قریب ہوئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: معراج کی رات رفرف حضرت محمد ﷺ کی طرف اترا آپ اس پر بیٹھے پھر اسے بلند کیا گیا تو آپ اپنے رب کے قریب ہو گئے۔ اس کا ذکر ابھی آئے گا۔

جس نے یہ کہا معنی ہے جبرئیل امین بلند ہوئے جب کہ حضرت محمد ﷺ افق اعلیٰ پر تھے وہ ضرور کہے گا پھر حضرت محمد ﷺ اپنے رب کے قریب ہوئے (2)۔ یہ کرامت کا قرب ہے تو نبی کریم ﷺ سجدہ ریز ہو گئے؛ یہ ضحاک کا قول ہے۔ قشیری نے کہا: ایک قول یہ کیا گیا ہے تدلی اصل میں تدلل تھا جس طرح تیرا یہ قول ہے تظنی اصل میں تظنن ہے یہ بعید ہے کیونکہ دلال عبودیت کی صفت میں پسندیدہ نہیں۔

فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ یعنی حضرت محمد ﷺ اپنے رب سے یا جبرئیل امین سے دو عربی کمانوں کے مقدار پر تھے؛ یہ حضرت ابن عباس، عطا اور فراء کا نقطہ نظر ہے۔ زمخشری نے کہا: اگر تو یہ سوال کرے فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ کی تقدیر کیسے درست ہوگی (3)؟ میں کہوں گا: اس کی تقدیر یہ ہوگی فکان مقدار مسافة قربه مثل قاب قوسین درمیان سے ان

1۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 84 2۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 243 3۔ تفسیر کشاف، جلد 4، صفحہ 420

مضافوں کو حذف کر دیا گیا ہے؛ جس طرح ابوعلی نے اپنے قول میں کہا:

وَقَدْ جَعَلَتْنِي مِنْ حَذِيمَةَ إِصْبَعًا

اس نے مجھے حذیمہ سے ایک انگلی برابر مسافت پر کر چھوڑا۔ یہ بھی اصل میں ذا مقدار مسافة اصبع تھا۔

أو ادنی یعنی تمہارے اندازے کے مطابق؛ جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے أو یزیدون۔ صحاح میں ہے: تو کہتا ہے بینهما قاب قوسین، قیب قوس، قاد قوس، قید قوس یعنی کمان کے برابر۔ زید بن علی نے اسے قاد پڑھا ہے اسے قید اور قدد بھی پڑھا گیا ہے؛ یہ زمخشری نے ذکر کیا ہے۔

قاب سے مراد کمان کے قبضہ سے اس کے ایک سرے تک کا فاصلہ ہے ہر قوس کے دوسرے ہوتے ہیں۔ بعض نے اللہ تعالیٰ کے فرمان قَابَ قَوْسَيْنِ کے بارے میں فرمایا: اصل میں ارادہ کیا تھا قابی قوس تو اس میں قلب کا قاعدہ جاری کر دیا۔ حدیث طیبہ میں ہے ولقابُ قوسِ أحدِكم من الجنة و موضع قِدّه خيرٌ من الدنيا و ما فيها (1) تم میں سے کسی ایک کے لیے جنت میں سے قوس کے قبضہ سے کنارے تک کی جگہ اور چھڑی کے برابر کی جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔ قد کا معنی سوط ہے۔

صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جنت میں کمان کے قبضہ سے اس کے کنارے تک کی جگہ دنیا و فیہا سے بہتر ہے (2)" یہاں کمان کے ساتھ اسے تشبیہ دی گئی ہے کیونکہ یہ مختلف نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

قاضی عیاض نے کہا: یہ بات ذہن نشین کر لو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے رب سے جو قرب ہے اور اللہ تعالیٰ کا اپنے نبی سے جو قرب ہے یہ کوئی مکان کا قرب اور مسافت کا قرب نہیں اس سے مقصود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت، مرتبہ کی بلندی، انوار معرفت کے اشراق، اس کے غیب اور قدرت کے اسرار کا مشاہدہ کا اظہار ہے۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نبی کریم کے قرب کا مطلب ہے احسان کرنا، انس عطا کرنا، معاملات کو وسیع کر دینا اور عزتیں عطا کرنا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: ینزل ربنا إلى سماءِ الدنيا (3) کی تاویل ایک صورت میں یہ ہوگی۔ وہ عرضداشت کو قبول فرماتا ہے اور احسان فرماتا ہے۔ قاضی عیاض نے کہا: فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَى جس نے ضمیر کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا ہے حضرت جبرئیل امین کی طرف نہیں لوٹایا تو یہ انتہائی قرب، لطف محل، ایضاح معرفت، حقیقت محمدیہ پر نگاہ رکھنا، سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رغبت کو پورا کرنا، مقاصد کو شرف قبولیت سے نوازنا، شفقت کا اظہار کرنا اور اللہ تعالیٰ کا قرب عطا کرنا ہے۔ اس بارے میں وہی تاویل کی جاسکتی ہے جو تاویل سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان میں کی جاسکتی ہے: من تقرّب مني شبرًا تقرّبتُ منه ذراعا و من أتاني يمشي أتيته مهرولة (4) یہاں اجابت و قبول کا قرب ہے احسان اور آرزو کو جلدی پورا کرنا ہے۔

1۔ صحیح بخاری، کتاب الجہاد، الغدوة و الروحة في سبيل الله، جلد 1، صفحہ 392

2۔ صحیح ترمذی، فضائل الجہاد، ما جاء في فضل الغدو و الرواح في سبيل الله، جلد 1، صفحہ 198

3۔ صحیح بخاری، کتاب التہجد، الدعاء و الصلوٰة من آخر الليل، جلد 1، صفحہ 153

4۔ تاریخ دمشق الکبیر، جلد 4، صفحہ 288

ایک قول یہ کیا گیا ہے: پھر جبرئیل امین اپنے رب کے قریب ہوئے اور وہ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کے مقام پر تھے؛ یہ مجاہد کا قول ہے؛ اس پر ایک حدیث بھی دلالت کرتی ہے: إنّ أقرب الملائكة من الله جبريل عليه السلام فرشتوں میں سے جبرئیل امین اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ قرب رکھتے ہیں۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: او، واؤ کے معنی میں ہے تقدیر کلام یہ ہوگی قاب قوسین و ادنی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: او، بل کے معنی میں ہے تقدیر کلام یہ ہوگی قاب قوسین بل أدنی۔

سعید بن مسیب نے کہا: قاب سے مراد عربی کمان کا سرا ہے جس پر دھاگا باندھا جاتا ہے اور کمان اٹھانے والا جس کے ذریعے اپنے کندھے پر لٹکاتا ہے ہر قوس کا ایک قاب ہوتا ہے یہ خبر دی ہے کہ حضرت جبرئیل امین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنے قریب ہوئے جتنا قاب قوسین کا قرب ہوا کرتا ہے۔

سعید بن جبیر، عطا، ابو اسحاق، ابو وائل، شقیق بن سلمہ نے کہا: فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ سے مراد ہے دو ہاتھ کا فاصلہ تھا(1)۔ قوس سے مراد ہاتھ ہوا کرتا ہے جس کے ساتھ ہر شے کی پیمائش کی جاتی ہے؛ یہ بعض حجازیوں کی لغت ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ ازد شنوءہ کی لغت ہے۔ کسائی نے کہا: فَكَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کا معنی ہے ایک قوس جس طرح شاعر کے قول میں تثنیہ واحد کے معنی میں ہے۔

ومَهْمَهَيْنِ قَذَفَيْنِ مَرْتَيْنِ قَطَعْتُهُ بِالسَّمْتِ لا بِالسَّمْتَيْنِ

یہاں مهمهين سے مراد ایک مهمها ہے۔ قوس کا لفظ مؤنث و مذکر دونوں طرح استعمال کیا جاتا ہے جس نے اس کو مؤنث قرار دیا ہے اس نے اس کی تصغیر قویسہ کہی ہے جس نے اسے مذکر قرار دیا ہے اس نے اس کی تصغیر قویس کہی ہے۔ مثال اس کی یہ ہے هو من خير قُوَيْس سهْمًا اس کی جمع قِسِي، قُسِي، أقواس اور قياس آتی ہے؛ ابو عبیدہ نے یہ شعر پڑھا:

ووَتَّرَ الأَساوِرُ القِياسَا

"محل استدلال القیاسا ہے"۔

قوس سے مراد برتن میں باقی ماندہ کھجوریں ہیں۔ قوس سے مراد آسمان کا برج بھی ہے۔ جہاں تک قوس کا تعلق ہے اس سے مراد راہب کی عبادت گاہ ہے؛ شاعر نے ایک عورت کا ذکر کیا:

لا سْتَفْتَنَتْنِي وذَا المِسْحِ فِي القَوْسِ

محل استدلال القوس ہے۔

فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ۞ جو وحی بندے کی طرف کی گئی اس کی عظمت شان کا اظہار ہے۔ وحی کا معنی پہلے گزر چکا ہے۔ اس سے مراد جلدی سے کوئی چیز پھینکنا اور عطا کرنا ہے؛ اسی سے الوَحَاء، الوَحَاءِ ہے معنی ہے جلدی کرو، جلدی کرو۔ معنی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی جو وحی کی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے

1۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 244

جبرئیل امین کی طرف وحی کی جو وحی کی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: معنی ہے جبرئیل امین نے اللہ تعالیٰ کے بندے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی جو اس کے رب نے اس کی طرف وحی کی تھی(1)؛ یہ قول ربیع، حسن بصری، ابن زید اور قتادہ نے کیا ہے۔ قتادہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے جبرئیل امین کی طرف وحی کی اور جبرئیل امین نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی(2)۔ پھر کہا گیا: یہ معنی کیا مبہم ہے؟ ہم اس پر مطلع نہیں ہو سکتے اجمالی طور پر اس پر ایمان لانے کے ہم پابند ہیں یا یہ معلوم اور مفسر ہے اس کے بارے میں دو قول ہیں۔ دوسرا قول سعید بن جبیر کا ہے کہا: اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی ''کیا میں نے تجھے یتیم نہیں پایا تو میں نے تجھے پناہ دی، کیا میں نے تجھے اپنی محبت میں وارفتہ نہیں پایا تو اپنے عرفان سے نوازا، کیا تجھے عیال دار نہیں پایا تو میں نے تجھے غنی کر دیا''۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی اے محمد! جب تک تو جنت میں داخل نہ ہو جنت انبیاء پر حرام ہے اور جب تک تیری امت جنت میں داخل نہ ہو جنت امتوں پر حرام ہے۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ﴿11﴾ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ﴿12﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿13﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿14﴾ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ﴿15﴾ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ﴿16﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿17﴾ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿18﴾

''نہ جھٹلایا دل نے جو دیکھا (چشم مصطفیٰ نے) کیا تم جھگڑتے ہو ان سے اس پر جو انہوں نے دیکھا اور انہوں نے تو اسے دوبارہ بھی دیکھا سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اس کے پاس ہی جنت الماوی ہے جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا نہ درماندہ ہوئی چشم (مصطفیٰ) اور نہ (حد ادب سے) آگے بڑھی یقیناً انہوں نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں''۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ﴿11﴾ یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دل نے معراج کی رات نہیں جھٹلایا۔ اس کی صورت یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بصر آپ کے دل میں رکھی(3) یہاں تک کہ آپ نے اپنے رب کا دیدار کیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے رؤیت بنا دیا۔ ایک قول یہ کیا گیا کہ آنکھ سے حقیقی رؤیت تھی۔ پہلا قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل سے اپنے رب کا دیدار کیا(4)؛ یہ حضرت ابوذر اور صحابہ کی ایک جماعت کا قول ہے۔ دوسرا قول حضرت انس اور جماعت کا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ مروی ہے فرمایا: کیا تم تعجب کرتے ہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دیدار ہو(5)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے انہوں نے کہا: جہاں تک ہم بنی ہاشم کا تعلق ہے تو ہم کہتے ہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کا دیدار دو دفعہ کیا ہے۔ یہ گفتگو سورۂ انعام میں اللہ تعالیٰ کے فرمان لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۡ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ (انعام: 103) کے معنی میں گزر چکی ہے۔ محمد بن کعب سے مروی ہے کہ ہم نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ نے

1۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 84
2۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 393
3۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 244
4۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، معنی قول اللہ تعالیٰ ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ، جلد 1، صفحہ 98
5۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 245

اپنے رب کا دیدار کیا ہے؟ فرمایا: میں نے اپنے دل سے دو دفعہ دیکھا ہے پھر پڑھا مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ○

ایک تیسرا قول بھی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے جلال اور عظمت کو دیکھا ہے؛ یہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہے۔ ابو العالیہ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے یہ پوچھا گیا: کیا آپ نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے؟ فرمایا: "میں نے ایک دریا دیکھا اور دریا کے آگے ایک حجاب دیکھا اور حجاب کے پیچھے ایک نور دیکھا اس کے علاوہ میں نے کچھ نہیں دیکھا" (1)۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا: کیا آپ نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے؟ فرمایا: "وہ نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا تھا (2)" معنی ہے نور مجھ پر غالب آ گیا اور مجھ پر اس میں سے ایسی چیز غالب آ گئی جس نے مجھے اس کے دیدار سے روک دیا۔ اس پر ایک روایت بھی دلالت کرتی ہے۔ رایت نورا (3) میں نے نور دیکھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے جبرئیل امین کو ان کی صورت میں دو دفعہ دیکھا (4)۔

ہشام نے ابن عامر سے اور اہل شام نے ما کذب تشدید کی صورت میں پڑھا ہے۔ معنی ہے حضرت محمد ﷺ کے دل نے اس چیز کو نہ جھٹلایا جسے اس رات آپ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا بلکہ اس کی تصدیق کی۔ ما اس کا مفعول ہے کوئی حرف مقدر نہیں کیونکہ جب یہ فعل مشدد ہو تو حرف کے بغیر متعدی ہوتا ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ ما، الذی کے معنی میں ہو ضمیر عائد محذوف ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ فعل کے ساتھ مل کر یہ معبود کے معنی میں ہو ضمیر عائد محذوف ہے۔ یہ بھی جائز ہے کہ فعل کے ساتھ مل کر یہ مصدر کے حکم میں ہو۔ باقی قراء نے اسے مخفف پڑھا ہے، تقدیر کلام یہ ہوگی ما کذب فؤاد محمد فیما رأی تو حرف صفت کو گرا دیا۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کہا:

لوکنتِ صادقۃ الذی حدثتِنی لنجوتِ مَنجَا الحارثِ بنِ ہشامِ

اگر تو اس بات میں سچی ہوتی جو تو نے مجھ سے بات کی تو تو حارث بن ہشام کے نجات پانے کی طرح نجات پا جاتی۔

یہ اصل میں فی الذی حدثتنی تھا۔ یہ بھی جائز ہے کہ فعل کے ساتھ مل کر مصدر ہو۔ یہ بھی جائز ہے کہ الذی کے معنی میں ہو، یعنی حضرت محمد ﷺ نے جو دیکھا آپ کے دل نے اس کو نہ جھٹلایا۔

اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝ حمزہ اور کسائی نے أفتمرونہ تاء کے فتحہ اور الف کے بغیر پڑھا ہے معنی ہے کیا تم انکار کرتے ہو۔ ابو عبید نے اسے ہی پسند کیا ہے کیونکہ کہا جاتا ہے: لم یماروہ وانما جحدوہ یہ جملہ کہا جاتا ہے: مراہ حقہ یعنی اس کے حق کا انکار کر دیا (5)۔ مریتہ أنا؛ شاعر نے کہا:

لئن ھجرت أخا صدقٍ و مَکرُمَۃٍ لقد مَرَیتَ اخا ما کان یَمرِیکا

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 394
2۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، قولہ علیہ السلام نور انی اراہ، جلد 1، صفحہ 99
3۔ ایضاً
4۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ والنجم، جلد 2، صفحہ 720
5۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 246

تو نے سچے اور عزت والے شخص کو چھوڑ دیا ہے تو تو نے اس بھائی کا انکار کیا ہے جو تیرا انکار نہیں کرتا تھا۔

یعنی تو نے اس کا انکار کیا۔ مبرد نے کہا: مراہ عن حقه وعلی حقه جب اس کا حق اس سے روک لے اور اس کو اس سے دور کر دے۔ علی، عن کے معنی میں ہے اس کی مثال بنی کعب بن ربیعہ کا قول ہے:۔ رضی الله علیك یعنی رضی عنك اعرج اور مجاہد نے پڑھا افتمرونه تاء مضموم ہے اور الف نہیں یہ أمریت سے مشتق ہے یعنی تم شک کرتے ہو۔ باقی قراء نے أفتمارونه پڑھا ہے یعنی کیا تم جھگڑا کرتے ہو کہ رسول الله نے اپنے رب کا دیدار کیا ہے۔ دونوں معنی ایک دوسرے میں داخل ہیں کیونکہ ان کا مجادلہ انکار کرتا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: جحود (انکار) تو ان کی جانب سے دائمی تھا یہ تازہ جھگڑا تھا۔ انہوں نے کہا: ہمارے لیے بیت المقدس کی کیفیت بیان کرو اور ہمارے اس قافلے کے بارے میں بتاؤ جو شام کے راستہ میں ہے۔ جس طرح پہلے بات گزری ہے۔

وَ لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ نَزْلَةً یہ مصدر ہے حال کی جگہ واقع ہے گویا فرمایا: لقد راہ نازلا نزلة أخری حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ اپنے دل سے اپنے رب کو دیکھا۔ امام مسلم نے ابو العالیہ سے روایت نقل کی ہے۔ فرمایا: مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝، وَ لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ فرمایا: اپنے دل سے دو دفعہ دیکھا (1)۔ الله تعالیٰ کا فرمان نَزْلَةً اُخْرٰى حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹتا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کئی دفعہ اوپر اور نیچے آنا ہوا جس طرح نمازیں فرض ہوئیں۔ ہر دفعہ کے عروج کے ساتھ نزول بھی ہوا۔ اس تعبیر کی بنا پر الله تعالیٰ کا فرمان عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝ سے مراد ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہیٰ اور ان میں سے بعض اترنے کی جگہوں میں تھے۔

حضرت ابن مسعود اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے کہا: الله تعالیٰ کے فرمان وَ لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ سے مراد حضرت جبرئیل امین ہیں (2)۔ یہ صحیح مسلم میں بھی ثابت ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''میں نے افق اعلیٰ میں جبریل امین کو دیکھا جس کے سو پر تھے جس کے پروں سے موتی اور یاقوت گر رہے تھے'' اسے مہدوی نے ذکر کیا ہے۔

عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝، عِنْدَ یہ راہ کا صلہ ہے جس طرح ہم نے بیان کیا ہے۔ سدرۃ بیری کے درخت کو کہتے ہیں۔ یہ چھٹے آسمان میں ہے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ ساتویں آسمان میں ہے۔ اس بارے میں حدیث صحیح مسلم میں ہے۔ پہلی روایت وہ ہے جسے مرہ نے حضرت عبدالله سے نقل کیا ہے کہ جب رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی تو آپ سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے یہ چھٹے آسمان میں ہے۔ زمین سے جو چیز بلندی کی طرف جاتی ہے اس پر اس کی انتہاء ہو جاتی ہے تو اس سے قبض کر لیا جاتا ہے جو اوپر سے چیز نیچے آتی ہے اس کا اترنا یہاں تک ہوتا ہے پھر اسے قبض کر لیا جاتا ہے۔

اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝ کہا: یہ سونے کا ایک بستر ہے۔ کہا: رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم کو تین چیزیں عطا کی گئیں۔ پانچ

1۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، معنی قول الله تعالیٰ ولقد راٰہ نزلة أخریٰ، جلد 1، صفحہ 98

2۔ تفسیر مجاہد، صفحہ 273، حدیث 1678

نمازیں، سورۂ بقرہ کی آخری آیات دی گئیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے جس نے شرک نہیں کیا اسکے گناہ بخش دیئے گئے۔

دوسری حدیث وہ ہے جسے قتادہ نے حضرت انس سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جب ساتویں آسمان میں سدرۃ المنتہیٰ تک مجھے بلند کیا گیا جس کے بیر ہجر کے مٹکوں کی طرح ہیں اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کے برابر تھے اس کی جڑ سے دو ظاہر دریا نکلتے ہیں اور دو مخفی دریا، میں نے پوچھا: اے جبرئیل! یہ کیا ہے؟ جواب دیا: جہاں تک پوشیدہ کا تعلق ہے وہ تو جنت میں ہوں گے جہاں تک ظاہر دریاؤں کا تعلق ہے تو وہ نیل اور فرات ہیں (1)'' الفاظ دارقطنی کے ہیں۔ نبق باء کے کسرہ کے ساتھ ہے اس کا واحد نبقہ ہے۔ یہ کہا جاتا ہے نبق نون کے فتحہ اور باء کے سکون کے ساتھ ہے۔ یعقوب نے ''الاصلاح'' میں دونوں قول ذکر کیے۔ یہ مصریوں کی لغت ہے پہلی زیادہ فصیح ہے یہی وہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ امام ترمذی نے حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا جب کہ آپ کے سامنے سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر کیا گیا (2)۔ فرمایا: ''ایک سوار اس کی ایک ٹہنی کے سائے میں سو سال تک چلتا ہے یا اس کے سائے سے سو سال سوار سایہ حاصل کرتے ہیں'' یحییٰ کو شک ہوا ہے۔ ''اس میں سونے کے پتنگ ہوں گے گویا اس کا پھل مٹکے ہیں''۔ ابو عیسیٰ نے کہا: یہ حدیث حسن ہے۔

میں کہتا ہوں: اسی طرح مسلم کے الفاظ ہیں جو ثابت کی حدیث میں ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ''پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لے جایا گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے اوراق ہاتھی کے کانوں جیسے ہیں (3)، اس کے پھل مٹکوں جیسے ہیں جب اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم اس پر غالب آجاتا ہے تو اس میں تغیر آجاتا ہے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کوئی بھی چیز یہ طاقت نہیں رکھتی کہ اس کے حسن کی تعریف کرے''۔

اس میں اختلاف کیا گیا ہے کہ اس کا نام سدرۃ المنتہیٰ کیوں ہے؟

(۱) جس طرح پہلے گزرا ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت مروی ہے کہ اوپر سے جو چیز نیچے آتی ہے اور نیچے سے جو چیز اوپر جاتی ہے وہ یہاں آکر رک جاتی ہے۔

(۲) انبیاء کا علم یہاں آکر ختم ہو جاتا ہے اور ماوراء کا علم ان سے غائب ہو جاتا ہے؛ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔

(۳) اعمال یہاں تک پہنچتے ہیں اور انہیں لے لیا جاتا ہے؛ یہ ضحاک کا قول ہے۔

(۴) ملائکہ اور انبیاء یہاں پہنچتے ہیں اور اس کے پاس رک جاتے ہیں؛ یہ کعب کا قول ہے۔

(۵) اسے سدرۃ المنتہیٰ اس لیے کہتے ہیں کیونکہ مومنوں کی روحیں یہاں آکر رک جاتی ہیں؛ یہ ربیع بن انس کا قول ہے۔

(۶) یہاں مومنوں کی روحیں پہنچتی ہیں؛ یہ قتادہ کا قول ہے۔

1۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، معنی قول اللہ تعالیٰ ولقد رآہ نزلۃ اخری، جلد 1، صفحہ 97

2۔ جامع ترمذی، باب فی صفۃ الجنۃ، ما جاء فی صفۃ ثمار أهل الجنۃ، جلد 2، صفحہ 77

3۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، الإسراء برسول اللہ الی السموات، جلد 1، صفحہ 91

(۷) جو آدمی حضرت محمد ﷺ کی سنت اور منہاج پر ہوتا ہے وہ یہاں تک پہنچتا ہے؛ یہ حضرت علی شیر خدا اور ربیع بن انس کا بھی قول ہے۔

(۸) یہ حاملین عرش کے سروں پر ایک درخت ہے یہاں تک مخلوقات کا علم پہنچتا ہے؛ یہ کعب کا قول ہے (1)۔

میں کہتا ہوں: اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے یہ ارادہ کیا کہ اس کی بلندی اور شاخوں کی چوٹی حاملین عرش کے سروں سے بلند ہے اس کی دلیل پہلے گزر چکی ہے کہ اس کی جڑ چھٹے آسمان میں ہے اور اس کی شاخوں کی بلندی ساتویں آسمان میں ہے پھر وہ اس سے بلند ہوئیں تو وہ حاملین عرش کے سروں سے بڑھ گئیں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

(۹) اسے یہ نام اس لیے دیا گیا ہے کیونکہ جسے اس کی طرف بلند کیا گیا تو وہ کرامت میں اپنی انتہا تک جا پہنچا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے (2) جب رسول اللہ ﷺ کو معراج کرائی گئی تو آپ سدرۃ المنتہیٰ تک جا پہنچے تو آپ سے عرض کی گئی: ''ہر کوئی یہاں آکر رک جاتا ہے سوائے ان لوگوں کے جو آپ ﷺ کی امت میں سے آپ ﷺ کی سنت پر ہوں گے۔ یہ ایسا درخت ہے جس کی جڑ سے ایسے پانی کی نہریں نکلیں گی جو بدبودار نہیں ہوگا، ایسے دودھ کی نہریں جاری ہوں گی جن کا ذائقہ نہیں بدلے گا، شراب کی ایسی نہریں جاری ہوں گی جو پینے والوں کے لیے لذت کا باعث ہوں گی اور مصفّٰی شہد کی نہریں جاری ہوں گی۔ یہ ایسا درخت ہے کہ ایک تیز رفتار سوار ایک سو سال تک اس کے سائے میں چلتا رہے گا اور اس کو طے نہ کر سکے گا اس کا ایک پتہ پوری امت کو سایہ دے گا''۔ اسے ثعلبی نے ذکر کیا ہے۔

عِنۡدَهَا جَنَّةُ الۡمَاۡوٰى ﴿۱۵﴾ جنت ماوی کی جگہ کی تعریف ہے یہ سدرۃ المنتہیٰ کے پاس ہے حضرت علی شیر خدا، حضرت ابو ہریرہ، حضرت انس، ابو سبرہ جہنی، حضرت عبد اللہ بن زبیر رضوان اللہ علیہم اجمعین اور مجاہد نے عندھا جنۃ المأوی پڑھا ہے مراد ہے جنۃ المبیترات گزارنے کی جنت۔ مجاہد نے کہا: مراد لیا ہے أجنہ ھا ضمیر نبی کریم ﷺ کے لیے ہے۔ اخفش نے کہا: معنی ہے اس نے اسے پالیا؛ جس طرح تو کہتا ہے جنہ اللیل اسے ڈھانپ لیا اور اسے پالیا۔ عام قرأت جَنَّةُ الۡمَاۡوٰى ہے۔

حضرت حسن بصری نے کہا: یہ وہ جگہ ہے جہاں تک متقین پہنچتے ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: جہاں تک شہداء کی روحیں پہنچتی ہیں (3)؛ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ یہ عرش کی دائیں جانب ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ وہ جنت ہے جس میں حضرت آدم علیہ السلام ٹھہرے تھے یہاں تک کہ آپ کو اسی سے نکالا گیا۔ یہ ساتویں آسمان میں ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: تمام مومنوں کی روحیں جنۃ ماوی میں ہیں۔ اسے جنۃ ماوی اس لیے نام دیا گیا ہے کیونکہ مومنوں کی روحیں یہاں پناہ لیتی ہیں۔ یہ عرش کے نیچے ہے۔ اس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتی ہیں اور اس کی عمدہ خوشبو سے مشام جان کو معطر کرتی ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: حضرت جبرئیل امین اور حضرت میکائیل علیہما السلام یہاں پناہ لیتے ہیں۔

اِذۡ يَغۡشَى السِّدۡرَةَ مَا يَغۡشٰى ﴿۱۶﴾ حضرت ابن عباس، ضحاک، حضرت ابن مسعود اور ان کے اصحاب نے کہا: وہ سونے کے

1۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 246　2۔ تفسیر طبری، جز 27، صفحہ 65　3۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 199

پتنگ ہوں گے۔ حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت بھی نقل کی ہے صحیح مسلم میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کا قول پہلے گزر چکا ہے (1)۔ حضرت حسن بصری نے کہا: اسے رب العالمین نے ڈھانپ لیا تو وہ روشن ہو گیا۔ قشیری نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا اسے کس چیز نے ڈھانپ رکھا ہے؟ فرمایا: ''سونے کے پتنگوں نے''۔ دوسری روایت میں ہے: اللہ تعالیٰ کے نور نے اسے ڈھانپ رکھا ہے یہاں تک کہ کوئی طاقت نہیں رکھتا کہ وہ اسے دیکھے''۔ ربیع بن انس نے کہا: اسے رب کے نور نے ڈھانپ رکھا ہے فرشتے اس پر اس طرح گرتے ہیں جس طرح کوے درخت پر گرتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک روایت مروی ہے ''میں نے سدرہ کو دیکھا جسے سونے کے پتنگوں (تتلیاں وغیرہ) نے ڈھانپ رکھا ہے میں نے اس کے ہر پتے پر ایک فرشتے کو دیکھا جو کھڑے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کر رہا تھا (2)۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان اِذْ یَغْشَى السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰى کا یہی معنی و مفہوم ہے'' اسے مہدوی اور ثعلبی نے ذکر کیا ہے۔

حضرت انس بن مالک نے کہا: اِذْ یَغْشَى السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰى کا معنی ہے سونے کی چڑیا۔ اسے مرفوع بھی روایت کیا ہے۔ مجاہد نے کہا: وہ سبز رفرف ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مروی ہے ''اسے رفرف یعنی سبز پرندوں نے ڈھانپا ہوا ہے''۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: اسے رب العزت نے ڈھانپ رکھا ہے۔ یہاں رب العزت سے مراد اس کا حکم ہے جس طرح صحیح مسلم میں مرفوع روایت ہے: ''جب اللہ تعالیٰ کے امر نے اسے ڈھانپ لیا جو ڈھانپ لیا'' (3)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ امر کی عظمت بیان کرنے کے لیے ہے گویا فرمایا: جب سدرہ کو ڈھانپ لیا ملکوت کے ان دلائل نے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے آگاہ کیا؛ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ۔ وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰى ۙ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى اسی کی مثل اَلْحَآقَّةُ ۙ مَا الْحَآقَّةُ (الحاقہ: 2-1) ہے ماوردی نے اپنی کتاب معانی القرآن میں کہا: اگر یہ سوال کیا جائے اس امر کے لیے سدرہ (بیری کے درخت) کو کیوں منتخب کیا گیا ہے کسی اور درخت کا انتخاب کیوں نہیں کیا گیا؟ اسے جواب دیا جائے گا: سدرۃ تین اوصاف کے ساتھ خاص ہے لمبا سایہ، عمدہ ذائقہ، اچھی خوشبو۔ یہ اس ایمان کے مشابہ ہے جو قول، عمل اور نیت کو جامع ہے۔ سدرہ کا سایہ ایمان کے لیے وہی حیثیت رکھتا ہے جو عمل کی ہوا کرتی ہے کیونکہ وہ ایمان پر زائد ہوتا ہے، سدرہ کا ذائقہ نیت کے قائم مقام ہے کیونکہ وہ مخفی ہوتی ہے اور اس کی خوشبو قول کے قائم مقام ہے کیونکہ وہ ظاہر ہوتا ہے۔

ابوداؤد نے اپنی سنن میں یہ روایت نقل کی ہے کہ نصر بن علی، ابو اسامہ سے وہ ابن جریج سے وہ عثمان بن ابی سلیمان سے وہ سعید بن محمد بن جبیر بن مطعم سے وہ عبد اللہ بن حبشی سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من قطع سدرۃ صوب اللہ رأسہ فی النار (4)۔

1۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب معنی قول اللہ عزوجل لقد رآہ نزلۃ اخری، جلد 1، صفحہ 97

2۔ الصاوی علی الجلالین، جلد 1، صفحہ 117

3۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، الاسراء برسول اللہ الی السموات، جلد 1، صفحہ 91

4۔ سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، فی قطع السدر، جلد 2، صفحہ 355

ابوداؤد سے اس حدیث کے معنی کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: یہ حدیث مختصر ہے اس سے مراد ہے جس نے جنگل سے بے مقصد اور ظلماً ایسا درخت کاٹا مسافر اور چوپائے جس کا سایہ حاصل کرتے تھے اس کاٹنے والے کا اس درخت میں کوئی حق نہیں تھا اللہ تعالیٰ اس کا سر جہنم میں جھکائے گا۔

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰى ﴿۱۷﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: آنکھ دائیں پھری نہ بائیں پھری اور نہ ہی اس حد سے تجاوز کیا جس حد کو اس نے دیکھا (1)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اسے جو حکم دیا گیا اس سے اس نے تجاوز نہ کیا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: آنکھ نے جو آیات دیکھیں ان سے وہ غیر کی طرف نہ اٹھی۔ اس مقام پر جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ہے یہ اس کا بیان ہے کیونکہ وہ دائیں اور بائیں متوجہ نہ ہوئی۔

لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفرف دیکھا جس نے افق کو بند کر دیا تھا (2)۔ بیہقی نے حضرت عبداللہ سے روایت نقل کی ہے حضرت عبداللہ نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز رفرف دیکھا جس نے آسمان کے افق کو بند کر دیا تھا۔ ان سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل امین کو سبز رفرف کے حلہ میں دیکھا جنہوں نے آسمان اور زمین کے درمیان کو بھر دیا تھا۔ بیہقی نے کہا: اس کا حدیث میں قول رأی رفرفا اس سے مراد حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں جو رفرف میں اپنی صورت میں تھے۔ رفرف سے مراد قالین ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے: مراد ستر ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے: بلکہ وہ ایک کپڑا تھا جو ان کا لباس تھا۔ یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل کو رفرف کے حلہ میں دیکھا تھا۔

میں کہتا ہوں: اسے ترمذی نے حضرت عبداللہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل امین کو رفرف کے حلہ میں دیکھا جس نے آسمان اور زمین کو بھر دیا تھا (3)۔ کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

میں کہتا ہوں: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دَنَا فَتَدَلّٰى کے بارے میں یہ قول مروی ہے کہ اس میں تقدیم و تاخیر ہے یعنی لیلۃ المعراج کو رفرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نیچے آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بیٹھے پھر اسے بلندی کی طرف لے جایا گیا تو آپ اپنے رب کے قریب ہو گئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جبرئیل امین مجھ سے الگ ہو گئے، آوازیں مجھ سے منقطع ہو گئیں اور میں نے اپنے رب کا کلام سنا"۔ اس روایت کی وجہ سے رفرف وہ چیز ہو گی جس پر بیٹھا جاتا ہے جس طرح قالین وغیرہ۔ پہلے معنی کی صورت میں مراد حضرت جبریل امین ہیں۔

عبدالرحمن بن زید اور مقاتل بن حیان نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام کو اس صورت میں دیکھا جس صورت میں وہ آسمان میں ہوتے ہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ سے روایت مروی ہے کہ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾ سے مراد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل امین کو اس صورت میں دیکھا جس کے چھ سو پر ہوتے ہیں (4)۔ اس تاویل

1۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 247
2۔ جامع ترمذی، کتاب التفسیر، سورۂ والنجم، جلد 2، صفحہ 161
3۔ ایضاً
4۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، فی ذکر سدرۃ المنتہی، جلد 1، صفحہ 98

کے باوجود یہ کوئی بعید نہیں کہ وہ رفرف کے حلہ میں ہوں یا رفرف پر ہوں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ ضحاک نے کہا: سدرۃ المنتہیٰ کو دیکھا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: سونے کے پتنگوں نے سدرہ کو جو ڈھانپ رکھا تھا اسے دیکھا؛ یہ ماوردی نے بیان کیا ہے(1)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: معراج (سیڑھی) کو دیکھا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مراد ہے جو اس سفر میں لوٹتے وقت اور شروع کرتے وقت دیکھا۔ یہ تعبیر بہت اچھی ہے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لِنُرِيَهُ مِنْ اٰيٰتِنَا (الاسراء: 1) یہ جائز ہے کہ من تبعیضیہ ہو۔ اور الکبری، رای کا مفعول ہو۔ اصل میں یہ آیات کی صفت ہے آیات کے سروں کی وجہ سے اسے واحد ذکر کیا۔ یہ بھی جائز ہے کہ جماعت کی صفت، مؤنث کی صفت کے ساتھ لگائی جائے جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ﴿۱۸﴾ (طٰہٰ) ایک قول یہ کیا گیا ہے: الکبری یہ محذوف کی صفت ہے یعنی رای من آیات ربہ الکبری۔ یہ بھی جائز ہے کہ من زائدہ ہو تقدیر کلام یہ ہوگی رای آیات ربہ الکبری۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس میں تقدیم و تاخیر ہے، تقدیر کلام یہ ہے رای الکبری من آیات ربہ۔

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰى ﴿۱۹﴾ وَ مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿۲۰﴾ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَ لَهُ الْاُنْثٰى ﴿۲۱﴾ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ﴿۲۲﴾

”(اے کفار!) کبھی تم نے غور کیا لات و عزیٰ کے بارے میں اور منات کے بارے میں جو تیسری ہے۔ کیا تمہارے لیے تو بیٹے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لیے نری بیٹیاں۔ یہ تقسیم تو بڑی ظالمانہ ہے“۔

اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿۱۹﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿۲۰﴾ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی جانے والی وحی کا ذکر کیا اور اپنی قدرت کے آثار کا ذکر کیا تو مشرکین سے دلیل کے ساتھ گفتگو کی کیونکہ وہ ایسی چیزوں کی عبادت کرتے تھے جو عقل نہیں رکھتی تھی فرمایا: بتاؤ تو سہی یہ بت جن کی تم عبادت کرتے ہو اس کے بارے میں تمہاری طرف کوئی وحی کی گئی ہے جس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی گئی ہے۔ لات بنو ثقیف کا بت تھا، عزیٰ قریش اور بنو کنانہ کا بت تھا، منات بنو ہلال کا بت تھا، ہشام نے کہا: منات ہذیل اور خزاعہ کا بت تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کو بھیجا تو انہوں نے فتح مکہ کے سال اسے گرا دیا۔ پھر انہوں نے طائف میں لات کا بت بنالیا یہ منات کی بنسبت قریب کے دور کا تھا یہ ایک مربع چٹان تھی اس کے خدام میں بنو ثقیف کے لوگ تھے۔ بنو ثقیف نے اس پر ایک عمارت بنادی قریش اور تمام عرب اس کی تعظیم کیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے عرب یہ نام رکھتے زید اللات اور تیم اللات۔ یہ بت اس جگہ تھا جہاں طائف کی مسجد کا بائیاں مینار ہے۔ وہ بت اسی طرح رہا یہاں تک کہ بنو ثقیف اسلام لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مغیرہ بن شعبہ کو بھیجا حضرت مغیرہ نے اسے گرا دیا اور آگ کے ساتھ جلا دیا۔ پھر عربوں نے عزیٰ کو معبود بنالیا یہ لات کی بنسبت قریب کے زمانہ کا تھا اسے ظالم بن اسعد نے معبود بنایا یہ ذات عرق کے اوپر نخلہ شامیہ کی وادی میں تھا لوگوں نے اس پر ایک کمرہ بنادیا وہ اس سے آواز سنا کرتے تھے۔

ابن ہشام نے کہا: مجھے میرے باپ نے ابو صالح سے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کرتے ہیں کہ عزیٰ

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 397

شیطانہ تھی وہ بطن نخلہ میں ببول کے تین درختوں کے پاس آیا کرتی تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کو فتح کیا تو حضرت خالد بن ولید کو بھیجا فرمایا: ''نخلہ وادی کے بطن میں جاؤ وہاں تو تین ببول کے درخت پائے گا تو پہلے کو کاٹ دینا''۔ حضرت خالد بن ولید وہاں گئے اور اس درخت کو کاٹ دیا جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تو نے کوئی چیز دیکھی تھی؟ عرض کی: نہیں۔ فرمایا: دوسرا درخت کاٹ دو''۔ حضرت خالد آئے اور دوسرے درخت کو کاٹ دیا پھر حضرت خالد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے پوچھا: کیا تو نے کوئی چیز دیکھی ہے؟ عرض کی: نہیں۔ فرمایا: ''تیسرے درخت کو کاٹ دو''۔ حضرت خالد آئے تو ایک حبشی عورت دیکھتے ہیں اس نے اپنے بال بکھیرے ہوئے ہیں اس نے اپنے ہاتھ اپنے کندھے پر رکھے ہوئے ہیں وہ اپنے دانت پیس رہی ہے اس کے پیچھے دبیہ سلمی ہے وہ اس کا خادم تھا۔ اور یہ شعر پڑھا:

یا عزّ کفرانکِ لا سبحانکِ انّی رایتُ اللہ قد أھانکِ

اے عز میں تیرا انکار کرتا ہوں تیری پاکی بیان نہیں کرتا میں نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے اس نے تجھے ذلیل ورسوا کر دیا ہے۔

پھر اس پر وار کیا اور اس کا سر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تو وہ کوئلہ ہوگئی پھر آپ نے درخت کو کاٹ دیا اور دبیہ جو خادم تھا اس کو قتل کر دیا۔ پھر حضرت خالد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سب کچھ بتایا۔ فرمایا: ''وہی عزیٰ تھی اب اس کی کبھی بھی عبادت نہ کی جائے گی''۔

ابن جبیر نے کہا: عزیٰ سفید پتھر تھا لوگ اس کی عبادت کیا کرتے تھے۔ قتادہ نے کہا: وہ نخلہ وادی کے بطن میں ایک جڑی بوٹی (1) تھی۔ منات بنوخزاعہ کا بت تھا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: بعض مفسرین نے کہا لات یہ مشرکوں نے لفظ اللہ سے اخذ کیا تھا عزیٰ لفظ عزیز سے لیا تھا منات یہ منی اللہ الشئ سے ماخوذ ہے یہ جملہ اس وقت بولتے ہیں جب اللہ تعالیٰ اسے مقدر کرے۔ حضرت ابن عباس، حضرت ابن زبیر، مجاہد، حمید اور ابو صالح نے اللات کو تاء کی تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ انہوں نے کہا: ایک آدمی تھا جو حاجیوں کے لیے ستو کو گھی میں تلا کرتا تھا۔ امام بخاری نے اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے: جب وہ آدمی فوت ہوا تو لوگ اس کی قبر پر بیٹھے اور اس کی عبادت کی (2)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: وہ ایک چٹان کے پاس ستو اور گھی بیچا کرتے تھا اور اس چٹان پر انڈیلا کرتا تھا۔ جب وہ آدمی فوت ہو گیا تو بنوثقیف نے اس ستو والے کی تعظیم کے لیے اس چٹان کی عبادت کی۔ ابو صالح نے کہا: طائف میں ایک آدمی تھا وہ بتوں کی خدمت کرتا اور ان کے لیے ستو کو تلا کرتا جب وہ مر گیا تو لوگوں نے اس کی عبادت کی۔ مجاہد نے کہا: پہاڑ کی ایک چوٹی پر ایک آدمی رہتا جس کا ریوڑ تھا وہ ان کا گھی جمع کرتا، اس کے دودھ سے پنیر بناتا اور اس کا دودھ جمع کرتا پھر وہ حلوہ بناتا اور حاجیوں کو کھلاتا وہ نخلہ وادی کے بطن میں رہتا جب وہ مر گیا تو لوگوں نے اس کی عبادت کی یہی لات بت تھا۔ کلبی نے کہا: بنوثقیف کا ایک آدمی تھی جسے صرمہ بن غنم کہتے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وہ عامر بن ظرب عدوانی تھا۔ شاعر نے کہا:

لا تنصروا اللاتَ إنّ اللہ مُھلِکُھا وکیف ینصُرُکم مَن لیس ینتَصِرُ (3)

1۔ بعض نسخوں میں نبت کی جگہ بیت کا لفظ ہے یعنی ایک کمرہ تھا۔

2۔ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، افرأیتم اللات والعزی، جلد 2، صفحہ 720

3۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 398

تم لات کی مدد نہ کرو اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کرنے والا ہے۔
صحیح قرأت اللات تخفیف کے ساتھ ہے یہ بت کا نام ہے اس پر وقف تاء کے ساتھ ہے؛ یہ فراء کا پسندیدہ نقطہ نظر ہے۔
فراء نے کہا: میں نے کسائی کو دیکھا اس نے ابو فقعس اسدی سے سوال کیا اس نے ذات کے لیے ذاہ اور لات کے لیے لاہ کہا اور افرائیتم اللاہ پڑھا اسی طرح دوری نے کسائی سے اور بزی نے ابن کثیر سے اللاہ نقل کیا ہے یعنی ہاء پر وقف کیا ہے جس نے یہ کہا اللات یہ لفظ اللہ سے ماخوذ ہے اس نے بھی ہاء پر وقف کیا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا: یہ اصل میں لاھۃ تھا جس طرح شاھۃ تھا یہ لاھت سے مشتق ہے یعنی وہ چھپ گیا۔ شاعر نے کہا

لَاهَتْ فما عُرِفت یومًا بخارجۃ یالیتها خَرجتْ حتیٰ راینا ها

وہ چھپ گئی وہ کسی روز بھی باہر نکلنے والی کی حیثیت سے معروف نہ ہوئی ہائے کاش! وہ باہر نکلتی تو ہم اسے دیکھ لیتے۔
صحاح میں ہے: لات ایک بت کا نام ہے جو بنو ثقیف کا تھا اور طائف کے مقام پر تھا۔ بعض عرب تاء پر وقف کرتے ہیں اور بعض ہاء پر وقف کرتے ہیں۔ اخفش نے کہا: ہم نے بعض عربوں سے سنا جو لات وعزیٰ کہتا۔ وہ کہتا ہے: ھی اللات اسے وقف میں تاء بنا دیتا ہے ھی اللات یہ بات ذہن نشین کر لو کہ رفع کی جگہ اسے جر دی گئی ہے یہ اس کی مثل ہے جو ہر حال میں مکسور ہے۔ یہ بہت اچھی تعبیر ہے کیونکہ الف اور لام جو اللات میں ہیں ساقط نہیں ہوتے اگرچہ یہ دونوں زائد ہیں رہی وہ صورت جو ہم وقف کی صورت اللات کو اللاہ سنا ہے کیونکہ یہ ہاء ہے جو وصل میں تاء ہو گئی ہے یہ اس لغت میں کان من الامر ذیت و کیت کی مثل ہے اسی طرح ھیھات ہے یہ اس کی لغت میں ہے جس نے اسے کسرہ دیا ہے مگر ھیھات میں یہ جائز ہے کہ وہ جمع ہو مگر اللات میں یہ جائز نہیں کیونکہ جمع میں تاء الف کے بغیر جائز نہیں ہوتی اگر اللات اور تاء، دونوں کو زائد مان لیا جائے تو اسم صرف ایک حرفی رہ جائے گا۔
وَ مَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی ۝ ابن کثیر، ابن محیصن، حمید، مجاہد، سلمی اور اعشیٰ نے ابو بکر سے ومناءۃ مد اور ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے باقی قراء نے ہمزہ کو ترک کیا ہے یہ دونوں لغتیں ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اسے یہ نام اس لیے دیا گیا کیونکہ وہ اس بت کے پاس جانور ذبح کیا کرتے تھے اور اس عمل کے ذریعے اس کا قرب حاصل کیا کرتے تھے۔ منیٰ کو منی اس لیے کہتے ہیں کیونکہ اس میں بہت زیادہ جانور ذبح کیے جاتے ہیں۔ کسائی، ابن کثیر اور ابن محیصن ہاء پر وقف کرتے جس طرح اصل قاعدہ ہے باقی تاء پر وقف کرتے وہ مصحف کے خط کا اتباع کرتے۔ صحاح میں ہے: مناۃ بت کا نام ہے جو بنو ہذیل اور بنو خزاعہ کا تھا یہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان تھا۔ ہاء تانیث کے لیے ہے تاء پر وقف کیا جاتا ہے یہ بھی ایک لغت ہے اس سے اسم منسوب منوی ہے۔
مَنٰوةَ کا لفظ کبھی الف مقصورہ کے ساتھ ہوتا ہے جیسے عبد مناۃ ابن اذ بن طانجہ۔ زید مناۃ ابن تمیم بن مر۔ اور کبھی الف ممدودہ کے ساتھ ہوتا ہے جیسے الاھل اتی التیم بن عبد مناءۃ محل استدلال مناءۃ ہے۔
الْاُخْرٰی عرب تیسرے کے لیے اخری کا لفظ استعمال نہیں کرتے الْاُخْرٰی یہ ثانیہ کی صفت ہے اس کی توجیہ میں علماء

نے اختلاف کیا ہے۔ خلیل نے کہا: یہ اس لیے کہا تا کہ آیات کے سرے موافق ہو جائیں (1) جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے مآرب اخری، اخیر نہیں کہا۔ حسین بن فضل نے کہا: آیت میں تقدیم و تاخیر ہے تقدیر کلام یہ بنتی ہے أفرأیتم اللات والعزى الاخرى و مناة الثالثة۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: فرمایا وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰی کیونکہ مشرکوں کے نزدیک تعظیم میں اس کا مرتبہ لات وعزیٰ کے بعد تھا کلام اسی ترتیب پر ہے ہم نے ابن ہشام سے یہ قول نقل کیا ہے کہ مناۃ تقدیم میں پہلے تھا اسی وجہ سے وہ ان کے نزدیک سب سے معزز تھا اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ آیت میں حذف ہے جس پر کلام دلالت کرتی ہے تقدیر کلام یہ ہوگی أفرأیتم هذه الآلهة هل نفعت أو ضرت حتی تكون شركاء لله پھر شرمندگی دلانے کے انداز میں فرمایا: اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ۝ یہ کلام ان کے قول "فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور بت اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں" کا رد کرنے کے لیے ہے۔ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ۝ یہ تقسیم عدل کے خلاف اور غلط ہے اور حق سے دور ہے۔ یہ جملہ بولا جاتا ہے: ضاز فی الحكم اس نے فیصلہ میں ظلم کیا۔ اس کا باب یوں ذکر کیا جاتا ہے ضاز حقه يضيزه ضيزا یعنی اس نے حق میں کمی کی۔ بعض اوقات اسے مہموز کے انداز میں ذکر کیا جاتا ہے ضأزه يضأزه ضأزا اور یہ شعر پڑھا:

فَقِسْمَتُكَ مَضْئُوزٌ وأَنْفُكَ رَاغِمُ

تیری تقسیم میں نقص ہے اور تیری ناک خاک آلود ہے۔

کسائی نے یوں باب ذکر کیا ہے ضَازَ يَضِيزُ ضَيْزًا و ضَازَ يَضُوزُ ضَوْزًا و ضَأَزَ يَضْأَزُ ضَأْزًا جب وہ ظلم کرے، حد سے تجاوز کرے اور کمی کرے؛ شاعر نے کہا:

ضَازَتْ بنو أَسَدٍ بِحُكْمِهِمْ إذ يجعلون الرأسَ كالذَّنَبِ (2)

بنو اسد نے اپنے فیصلہ میں ظلم کیا کیونکہ وہ سر کو دم کی طرح بناتے ہیں۔

قِسْمَةٌ ضِيْزٰى ۝ یہ ناحق تقسیم ہے یہ فعلی کا وزن ہے جس طرح طوبیٰ اور حبلی ہے یاء کی مناسبت کی وجہ سے ضاد کو کسرہ دیا گیا ہے کیونکہ کلام عرب میں فِعلی کے وزن پر صفت کا صیغہ نہیں آتا اسماء کے اوزان میں یہ وزن ہے جس طرح شعری اور دفلی ہے۔ فراء نے کہا: بعض عرب کہتے ہیں ضوزى اور ضئزى۔

ابو حاتم نے ابوزید سے حکایت بیان کی ہے کہ انہوں نے عربوں کو ضئزى ہمزہ کے ساتھ پڑھتے ہوئے سنا ہے اس کے علاوہ علماء نے کہا: ابن کثیر نے اسے ہمزہ کے ساتھ پڑھا ہے اسے مصدر بنایا ہے جس طرح ذکری مصدر ہے یہ صفت نہیں کیونکہ صفات میں فِعلی کا وزن نہیں اس کی اصل فُعلی نہیں کیونکہ یہاں کوئی ایسا سبب موجود نہیں جو قلب کا تقاضا کرے یہ عربوں کے اس قول سے ماخوذ ہے: ضأزته یعنی میں نے اس پر ظلم کیا۔ معنی ہوگا یہ ایسی تقسیم ہے جس میں ظلم ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ دونوں لغتیں ہم معنی ہیں ان دونوں لغتوں کے علاوہ ضیزی، ضأزى، ضوزى، ضؤزى بھی بیان کیا گیا ہے۔

1۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 249　2۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 399

مورج نے کہا: انہوں نے ضیزی میں ضاد کے ضمہ کو مکروہ جانا ہے اور یاء کے واؤ سے بدل جانے کا انہیں خوف ہوا اس وجہ سے انہوں نے ضاد کو کسرہ دیا، جس طرح انہوں نے کہا: ابیض کی جمع بِیض ہے جب کہ اصل میں اسے بوض ہونا تھا جس طرح حُمر، صُفر اور خُضر ہے جس نے ضاز یضوز کہا تو اس سے اسم ضوزی ہوگا جس طرح شوزی ہے۔

اِنۡ هِیَ اِلَّاۤ اَسۡمَآءٌ سَمَّیۡتُمُوۡهَاۤ اَنۡتُمۡ وَ اٰبَآؤُكُمۡ مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ ؕ اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ مَا تَهۡوَی الۡاَنۡفُسُ ۚ وَ لَقَدۡ جَآءَهُمۡ مِّنۡ رَّبِّهِمُ الۡهُدٰی ﴿۲۳﴾ اَمۡ لِلۡاِنۡسَانِ مَا تَمَنّٰی ﴿۲۴﴾ۖ فَلِلّٰهِ الۡاٰخِرَةُ وَ الۡاُوۡلٰی ﴿۲۵﴾ وَ كَمۡ مِّنۡ مَّلَكٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغۡنِیۡ شَفَاعَتُهُمۡ شَیۡئًا اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ اَنۡ یَّاۡذَنَ اللّٰهُ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَ یَرۡضٰی ﴿۲۶﴾

''نہیں ہیں یہ مگر محض نام جو رکھ لیے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادا نے نہیں نازل کی اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کوئی سند، نہیں پیروی کر رہے یہ لوگ مگر گمان کی اور جسے ان کے نفس چاہتے ہیں حالانکہ آ گئی ہے ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت۔ کیا انسان کو ہر وہ چیز مل جاتی ہے جس کی وہ تمنا کرتا ہے۔ پس اللہ کے دست قدرت میں ہے آخرت اور دنیا۔ اور کتنے فرشتے ہیں آسمانوں میں جن کی شفاعت کسی کام نہیں آ سکتی مگر اس کے بعد کہ اللہ تعالیٰ اذن دے جس کے لیے چاہے اور پسند فرمائے''۔

اِنۡ هِیَ اِلَّاۤ اَسۡمَآءٌ سَمَّیۡتُمُوۡهَاۤ یعنی یہ بت نہیں مگر ایسے نام جن کو تم نے خود تراش لیا ہے اور ان کے نام معبود رکھ لیے ہیں۔ اَنۡتُمۡ وَ اٰبَآؤُكُمۡ تم نے اس مسئلہ میں اپنے آباء کی تقلید کی ہے۔ مَّاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنۡ سُلۡطٰنٍ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ خطاب سے غائب کی طرف رجوع کیا ہے، یعنی یہ لوگ ظن کی پیروی کرتے ہیں۔ وَ مَا تَهۡوَی الۡاَنۡفُسُ اور جس کی طرف نفوس مائل ہوتے ہیں عام قراء کی قرأت یتبعون ہے۔ عیسیٰ بن عمر، ایوب اور ابن سمیقع نے تتبعون پڑھا ہے؛ یہی حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس کی قرأت ہے۔

وَ لَقَدۡ جَآءَهُمۡ مِّنۡ رَّبِّهِمُ الۡهُدٰی ﴿۲۳﴾ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے وضاحت آ گئی ہے کہ وہ معبود برحق نہیں۔ اَمۡ لِلۡاِنۡسَانِ مَا تَمَنّٰی ﴿۲۴﴾ یعنی جو وہ خواہش کرے یعنی اس کے لیے یہ نہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: معنی ہے اس کے لیے بیٹے ہیں یعنی بیٹیوں کے سوا اس کے لیے بیٹے ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا: معنی ہے بغیر جزا کی جو وہ خواہش کرے معاملہ اس طرح نہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: معنی ہے کہ وہ نبوت کی خواہش کرے تو نبوت اس میں ہو کسی اور میں نہ ہو۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: معنی ہے انسان کی خواہش پر بت ان کی شفاعت کریں۔ یہ آیت نضر بن حرث کے بارے میں نازل ہوئی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ تمام کفار کے بارے میں نازل ہوئی فَلِلّٰهِ الۡاٰخِرَةُ وَ الۡاُوۡلٰی ﴿۲۵﴾ جس کے بارے میں چاہتا ہے اسے عطا کرتا ہے اور جس کے حق میں چاہتا ہے اس سے روک لیتا ہے نہ کہ جس کی انسان آرزو کرے۔

وَ كَمۡ مِّنۡ مَّلَكٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغۡنِیۡ شَفَاعَتُهُمۡ شَیۡئًا اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ اَنۡ یَّاۡذَنَ اللّٰهُ لِمَنۡ یَّشَآءُ وَ یَرۡضٰی ﴿۲۶﴾ جو لوگ

فرشتوں اور بتوں کی پوجا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے انہیں شرمندہ کیا گیا ہے۔ اس نے یہ گمان کیا کہ اس کا یہ عمل اسے اللہ تعالیٰ کے قریب کردے گا۔ یہ بات ذہن نشین کرلو کہ فرشتے عبادت کی کثرت اور اللہ تعالیٰ کے ہاں معزز ہونے کے باوجود وہ کسی کی شفاعت نہیں کریں گے مگر جس کے حق میں انہیں اجازت ملے گی۔ اخفش نے کہا: ملک واحد ہے اس کا معنی جمع ہے یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ ﴿۴۷﴾ (الحاقۃ) (1)

ایک قول یہ کیا گیا ہے: ایک فرشتہ کا ذکر کیا کیونکہ لفظ کَمْ جمع پر دلالت کرتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ﴿۲۷﴾ وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ۭ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ﴿۲۸﴾ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ﴿۳۰﴾

"بے شک جو لوگ ایمان نہیں لاتے آخرت پر وہ فرشتوں کے نام عورتوں کے سے رکھتے ہیں حالانکہ انہیں اس کا کچھ علم ہی نہیں وہ محض ظن کی پیروی کرتے ہیں اور ظن حق کے مقابلہ میں کسی کام نہیں آسکتا۔ پس آپ رخ انور پھیر لیجئے اس (بدنصیب) سے جس نے ہمارے ذکر سے روگردانی کی اور نہیں خواہش رکھتا مگر دنیوی زندگی کی۔ یہ ہے ان کا مبلغ علم،۔ بے شک آپ کا رب خوب جانتا ہے جو بھٹک گیا اس کی راہ سے اور وہی بہتر جانتا ہے جس نے راہ راست پائی"۔

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مراد کفار ہیں جنہوں نے کہا: فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں اور بت اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى ﴿۲۷﴾ یہاں تسمیہ سے پہلے کاف محذوف ہے یعنی وہ اعتقاد رکھتے تھے کہ فرشتے، مؤنث ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ یعنی انہوں نے اس امر کا مشاہدہ نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا کیا ہے انہوں نے جو کچھ کہا اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں سنا اور کسی کتاب میں اسے نہیں دیکھا۔ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ یہاں ان نافیہ ہے اِلَّا الظَّنَّ وہ جو یہ کہتے ہیں کہ فرشتے مؤنث ہیں اس قول میں وہ صرف ظن کی پیروی کرتے ہیں۔

فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا ذکر سے مراد قرآن اور ایمان ہے۔ یہ آیت سیف کے ساتھ منسوخ ہے وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۲۹﴾ یہ آیت نضر کے بارے نازل ہوئی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ آیت ولید کے بارے میں نازل ہوئی۔ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ یعنی وہ اپنی دنیا کے معاملات کو دیکھتے ہیں اور اپنے دین کے معاملہ میں جاہل رہتے ہیں۔ فراء نے کہا: ان کی حقارت بیان کی یعنی یہ ان کی عقلوں کا معیار ہے اور علم کی انتہا ہے کہ انہوں نے آخرت پر دنیا کو ترجیح دی۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مراد ہے کہ انہوں نے فرشتوں اور بتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیا۔

1۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 251

اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ یعنی جو اس کے دین سے بھٹک گیا۔

وَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ۞ پس وہ ہر کسی کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا۔

وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَ يَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۞ اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۞

''اور اللہ تعالیٰ کا ہی ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے تا کہ وہ بدلہ دے بدکاروں کو ان کے اعمال کا اور بدلہ دے نیکوکاروں کو ان کی نیکیوں کا۔ جو لوگ بچتے رہتے ہیں بڑے بڑے گناہوں سے اور بے حیائی کے کاموں سے مگر شاذ و نادر، بلاشبہ آپ کا رب وسیع بخشش والا ہے، وہ (اس وقت سے) خوب جانتا ہے تمہیں جب اس نے تمہیں زمین سے پیدا کیا اور جب کہ تم حمل تھے اپنی ماؤں کے شکموں میں، پس اپنی خود ستائی نہ کیا کرو وہ خوب جانتا ہے کہ کون پرہیز گار ہے''۔

وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَ يَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۞

لِيَجْزِيَ کا لام اس معنی کے متعلق ہے جس پر لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ دلالت کرتا ہے گویا فرمایا: وہ اس کا مالک ہے جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے تا کہ محسن کو اس کے احسان کا بدلہ دے اور گناہگار کو اس کے گناہ کا بدلہ دے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ۔ جملہ معترضہ ہے۔ معنی ہوگا تیرا رب گمراہ کو خوب جانتا ہے اور ہدایت یافتہ کو بھی خوب جانتا ہے تا کہ اسے بدلہ دے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: یہ لام عاقبہ ہے معنی بنے گا خلق کے امر کا انجام یہ ہے کہ ان میں گناہگار اور محسن ہوں گناہگار کے لیے جہنم ہے اور محسن کے لیے جنت ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ

اس میں تین مسائل ہیں:

مسئلہ نمبر 1۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَ الْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ یہ محسنین کی صفت ہے یعنی وہ بڑے گناہ کا ارتکاب نہیں کرتے جو شرک ہے کیونکہ یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔ اعمش، یحییٰ بن وثاب، حمزہ اور کسائی نے کبیر پڑھا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: اس سے مراد شرک ہے۔ الفواحش سے مراد زنا ہے۔ اس بارے میں گفتگو سورۂ نساء میں گزر چکی ہے، پھر اس سے مستثنیٰ منقطع کی صورت میں استثناء کی۔

مسئلہ نمبر 2۔ فرمایا: اِلَّا اللَّمَمَ اس سے مراد گناہ صغیرہ ہیں ایسے افعال سے کوئی بھی محفوظ نہیں مگر اللہ تعالیٰ جس کی حفاظت فرمائے۔ اس کے معنی میں اختلاف کیا گیا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عباس اور امام شعبی نے کہا: اللَّمَمَ سے مراد

زنا سے کم درجہ کے اعمال مراد ہیں (1)۔ مقاتل بن سلیمان نے کہا: یہ آیت ایسے آدمی کے بارے میں نازل ہوئی جسے نبہان تمار کہا جاتا (2)۔ اس کی ایک دکان تھی جس میں وہ خشک کھجوریں بیچا کرتا اس کے پاس ایک عورت آئی وہ اس سے کھجوریں لینا چاہتی اس مرد نے اس عورت سے کہا: دکان کے اندر اس سے بہتر کھجوریں ہیں جب وہ دکان میں داخل ہوئی تو اس نے عورت کو بہلانا چاہا تو اس عورت نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور وہ عورت واپس چلی گئی نبہان شرمندہ ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کی: یارسول اللہ! جماع کے علاوہ آدمی جو کرتا ہے میں نے وہ کچھ کیا ہے؟ کہا: شاید اس کا خاوند مجاہد ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ واقعہ سورۂ ہود میں گزر چکا ہے۔ حضرت ابن مسعود، حضرت ابوسعید خدری، حضرت حذیفہ اور مسروق نے اسی طرح کا قول کیا ہے کہ لمم سے مراد وطی سے کم درجہ کا فعل ہے جس طرح بوسہ لینا، غمزہ کرنا، دیکھنا اور لیٹنا (3)۔ مسروق نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے: آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، ہاتھوں کا زنا پکڑنا ہے، پاؤں کا زنا چلنا ہے، شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی ہے یا اس کی تکذیب کرتی ہے۔ اگر وہ آگے بڑھے تو زنا ہے اگر پیچھے ہٹ جائے تو لمم ہے۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جو کہا میں نے اس سے زیادہ لمم کے کسی شی کو زیادہ مشابہ نہیں دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے انسان پر زنا کا حصہ لکھ دیا ہے وہ لامحالہ اس کو پائے گا۔ آنکھوں کا زنا دیکھنا، زبان کا زنا بولنا ہے، نفس تمنا کرتا ہے اور خواہش کرتا ہے، شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی ہے یا اس کو جھٹلاتی ہے''۔ مراد یہ ہے عظیم فاحشہ اور مکمل زنا جو دنیا میں حد اور آخرت میں عذاب کو ثابت کرتا ہے وہ شرمگاہ میں بدکاری کرنا ہے اس کے علاوہ گناہ میں ایک حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

ابو صالح کی روایت جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''انسان پر زنا کا حصہ لکھ دیا گیا ہے وہ اسے ضرور پانے والا ہے آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، کانوں کا زنا سننا ہے، زبان کا زنا کلام ہے، ہاتھوں کا زنا پکڑنا ہے اور پاؤں کا زنا چلنا ہے، دل خواہش کرتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق کرتی ہے یا اسے جھٹلاتی ہے'' (4) امام مسلم نے اسے نقل کیا ہے۔

ثعلبی نے طاؤس کی روایت نقل کی ہے جو انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے اس میں کان، ہاتھ اور پاؤں کا ذکر ہے آنکھوں اور زبان کے بعد یہ زیادہ کہا: ''ہونٹوں کا زنا بوسہ لینا ہے''۔ یہ ایک قول ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ بھی کہا: آدمی گناہ کا ارادہ کرتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے۔ کہا: کیا تو نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا:

إنْ يَغفِرِ اللهُ يغفِرْ جَمًّا وأيُّ عبدٍ لكَ لا ألمَّا (5)

اگر اللہ تعالیٰ بخشنے کا ارادہ کرے تو سب گناہ بخش دیتا ہے تیرا کون سا بندہ ہے جس سے لغزش نہیں ہوئی۔

1۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 204
2۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 401
3۔ صحیح بخاری، کتاب الاستئذان، زنا الجوارح دون الفرج، جلد 2، صفحہ 922
4۔ مجمع الزوائد، کتاب التفسیر سورۂ والنجم، جلد 7، صفحہ 249، حدیث 11378
5۔ ایضاً

عمرو بن دینار نے عطا سے اس نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسے نقل کیا ہے۔ نحاس نے کہا: اس بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ صحیح ترین ہے اور از روئے اسناد کے سب سے عظیم ہے۔ شعبہ نے منصور سے اس نے مجاہد سے انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اِلَّا اللَّمَمَ کے بارے میں یہ کہا کہ بندہ ایک دفعہ گناہ کر بیٹھتا ہے پھر دوبارہ اس طرح نہیں کرتا؛ شاعر نے کہا:

اِن تَغفِرِ اللهُ تغفر جَمًّا وأیُّ عبدٍ لكَ لا أَلَمَّا(1)

اے اللہ! اگر تو بخشے تو سب گناہ بخش دے تیرا کون سا بندہ ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو۔

مجاہد اور حسن بصری نے یہی کہا ہے کہ وہ کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے پھر دوبارہ ایسا گناہ نہیں کرتا(2)۔ اسی کی مثل زہری سے مروی ہے، کہا: لمم یہ ہے کہ وہ بدکاری کرے پھر توبہ کرے اور دوبارہ ایسا عمل نہ کرے۔ وہ چوری کرے یا شراب پئے پھر توبہ کرے اور دوبارہ ایسا نہ کرے اس تاویل کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ (آل عمران: 135) پھر فرمایا: اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ (آل عمران: 136) ان کے لیے مغفرت کی ضمانت دی جس طرح اللَّمَمَ کے بعد فرمایا۔

اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ اس تاویل کی صورت میں اِلَّا اللَّمَمَ مستثنیٰ متصل ہے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص نے کہا: اللَّمَمَ سے مراد جو شرک کے علاوہ ہو(3)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اللَّمَمَ سے مراد ایسا گناہ ہے جو دو حدوں کے درمیان ہو جو دنیا میں اس پر حد کو جاری نہیں کرتا اور نہ ہی آخرت میں عذاب کو لازم کرتا ہے پانچوں نمازیں اس کا کفارہ بن جاتی ہیں؛ یہ ابن زید، عکرمہ، ضحاک اور قتادہ نے کہا ہے: یہی عوفی اور حکم بن عتیبہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ کلبی نے کہا: اللَّمَمَ کی دو صورتیں ہیں۔ ہر وہ گناہ اللہ تعالیٰ نے جس پر دنیا میں حد کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی آخرت میں عذاب کا ذکر کیا(4)۔ یہی وجہ ہے پانچ نمازیں ان کو مٹا دیتی ہیں جب تک وہ کبائر اور فواحش تک نہ پہنچیں۔

دوسری توجیہ یہ ہے وہ عظیم گناہ ہے جسے انسان یکے بعد دیگرے کرتا ہے پھر توبہ کر لیتا ہے۔ حضرت ابن عباس، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت زید بن ثابت سے یہ بھی مروی ہے: مراد دور جاہلیت میں جو گناہ ہوئے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے مواخذہ نہیں کرتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مشرکوں نے مسلمانوں سے کہا: تم کل ہمارے ساتھ یہ عمل کیا کرتے تھے تو یہ آیت نازل ہوئی؛ یہ زید بن اسلم اور ان کے بیٹے نے قول کیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرح ہے: وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ (النساء: 23) ایک قول یہ کیا گیا ہے: اللَّمَمَ سے مراد ہے کہ وہ کوئی گناہ کرے جو اس کی عادت نہ ہو؛ یہ نفطویہ نے قول کیا ہے۔ کہا: عرب کہتے ہیں ما یاتینا الا لماما یعنی وہ کبھی کبھی ہمارے پاس آتا تھا۔ کہا: اس سے مراد یہ نہیں کہ وہ ارادہ تو کرے اور عمل نہ کرے کیونکہ عرب یہ نہ کہتے تھے الم بنا مگر اسی وقت کہتے جب کوئی انسان عمل کرتا نہ کہ اس صورت میں

1۔ مجمع الزوائد، کتاب التفسیر سورۃ والنجم، جلد 7، صفحہ 249، حدیث 11378　2۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 88
3۔ المعالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 252　4۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 253

کہ وہ قصد کرے اور عمل نہ کرے۔ صحاح میں ہے: ألمّ الرجل یہ لمم سے مشتق ہے اس سے مراد چھوٹے گناہ ہیں۔ کہا جاتا ہے: وہ معصیت کے قریب ہے مگر اس میں واقع نہیں ہوا۔ جوہری کے علاوہ نے یہ شعر پڑھا:

بِزَینَبَ أَلْمِمْ قَبْلَ أَنْ یَرْحَلَ الرَّکْبُ

زینب کے قریب ہو جا قبل اس کے کہ قافلہ کوچ کر جائے۔

عطاء بن ابی رباح نے کہا: لمم سے مراد نفس کی عادت ہے جو وقفہ وقفہ سے ہوتی ہے۔ سعید بن مسیب نے کہا: جو دل میں کھٹکے۔ محمد بن حنفیہ نے کہا: بھلائی یا برائی میں سے جس کا تو قصد کرے تو وہ لمم ہوگا۔ اس تاویل کی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: ان للشیطان لِمّة ولِلملك لمّة بے شک شیطان کی طرف سے ایک خیال آتا ہے اور فرشتے کی جانب سے خیال آتا ہے۔ یہ روایت سورۂ بقرہ آیت 268 میں اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُكُمُ الْفَقْرَ کے تحت گزر چکی ہے۔ ابو اسحاق زجاج نے کہا: لمم اور المام کا اصل معنی ہے انسان جب یکے بعد دیگرے کرتا ہے اس میں تعمق نہیں کرتا اور نہ ہی اس پر قائم رہتا ہے۔ یہ جملہ بولا جاتا ہے: الممت به۔ جب تو اس کی زیارت کرے اور اس سے پھر جائے۔ یہ جملہ بولا جاتا ہے: مافعلته إلّا لمما والِماما یعنی میں نے اسے وقفے وقفے سے کیا۔

إنما زیارتك الممام تیری ملاقات وقفے وقفے سے ہوتی ہے؛ اسی سے خیال کا آنا ہے۔ اعشیٰ نے کہا:

أَلَمَّ خَیَالٌ مِنْ قُتَیْلَةَ بَعْدَمَا قتیلہ کی جانب سے خیال وقفے وقفے سے آیا۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: الا، واؤ کے معنی میں ہے فراء نے اس کا انکار کیا ہے کہا: معنی ہے چھوٹے گناہ۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: لمم سے مراد ایسی نظر ہے جو اچانک ہو۔

میں کہتا ہوں: یہ قول حقیقت سے بعید ہے یہ تو ابتداءً معاف ہے اس پر مواخذہ نہیں ہوتا کیونکہ یہ قصد اور اختیار کے بغیر واقع ہوتی ہے۔ سورۂ نور میں اس کی وضاحت گزر چکی ہے۔ لمم کا معنی جنون کی ایک قسم ہے رجل ملموم جسے جنون ہو۔ یہ بھی کہا جاتا ہے: أصابت فلانا لمة من الجن کا معنی مس کرنا اور تھوڑی چیز ہے۔

مسئلہ نمبر 3۔ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ جو اپنے گناہ سے توبہ کرے اور بخشش کا طالب ہو اس کے لیے وسیع مغفرت والا ہے؛ یہ حضرت ابن عباس کا قول ہے۔ ابو میسرہ عمرو بن شرحبیل نے کہا جو حضرت ابن مسعود کے فاضل اصحاب میں سے تھا: میں نے خواب میں دیکھا گویا میں جنت میں داخل ہوا ہوں کیا دیکھتا ہوں وہاں خیمے لگے ہوئے ہیں میں نے پوچھا: یہ کن کے لیے ہیں؟ لوگوں نے بتایا: یہ ذی کلدع اور حوشب کے لیے ہیں، یہ دونوں ان افراد میں سے تھے جنہوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا تھا۔ میں نے کہا: یہ کیسے؟ لوگوں نے بتایا: دونوں نے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی تو اسے وسیع مغفرت والا پایا۔ ابو خالد نے کہا: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ ذی کلدع نے بارہ ہزار بچیوں کو آزاد کیا تھا۔

هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ وہ تمہیں تمہاری ذاتوں سے بڑھ کر جانتا ہے اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ مراد ہے تمہارے جد اعلیٰ حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور ضمیر جمع کی ذکر کی۔ ترمذی ابو عبد اللہ نے کہا: ہمارے نزدیک یہ تعبیر نہیں بلکہ یہ پیدائش اس

مٹی پر ہوئی جو زمین سے ابھری ہوئی تھی۔ ہم سب اس مٹی اور اسی کیچڑ پر ہیں پھر اس کیچڑ سے پانی پشتوں کی طرف نکلے ساتھ ہی ان میں نفوس پیدا کیے گئے جب کہ ان کی ہیئتیں مختلف تھیں پھر مختلف بیٹوں کو ان کی پشتوں سے نکالا ان میں سے کچھ موتیوں کی طرح چمک رہے تھے کچھ ایک دوسرے سے زیادہ روشن تھے ان میں سے بعض کوئلے کی طرح سیاہ تھے بعض ایک دوسرے سے زیادہ سیاہ تھے تو یہ انشاء (پیدائش) ہم پر اور اس پر واقع ہوئی۔

عیسیٰ بن حماد عسقلانی نے بشر بن بکر سے وہ اوزاعی سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اس رات میرے اس حجرہ کے سامنے مجھ پر اولین و آخرین (اگلے پچھلے) پیش کیے گئے'' کسی کہنے والے نے کہا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم مخلوقات میں سے جو گزر چکے ہیں وہ بھی؟ فرمایا: ''ہاں، مجھ پر حضرت آدم اور ان کے علاوہ''۔ کہا: ان کے علاوہ (1) بھی کسی کو پیدا کیا گیا؟ لوگوں نے پوچھا: جو مردوں کی پشتوں اور ماؤں کے رحموں میں ہیں؟ فرمایا: ''ہاں مٹی میں ان کی مثالی شکلیں بنائی گئیں تو میں نے انہیں پہچان لیا جس طرح حضرت آدم علیہ السلام نے تمام نام جان لیے تھے''۔

میں نے کہا: سورۃ الانعام کے آغاز میں گزر چکا ہے کہ ہر انسان کو اس قطعہ زمین کی مٹی سے پیدا کیا جاتا ہے جس میں اسے دفن کیا جاتا ہے۔ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ یہ جنین کی جمع ہے اس سے مراد وہ بچہ ہے جب تک پیٹ میں ہوتا ہے۔ اسے جنین اس لیے کہتے ہیں کیونکہ وہ پوشیدہ ہوتا ہے۔

مکحول نے کہا: ہم اپنی ماؤں کے پیٹوں میں جنین تھے تو ہم میں سے گر گیا جو گر گیا اور ہم باقی رہنے والوں میں سے ہیں پھر ہم دودھ پینے والے بچے ہو گئے تو ہم میں سے ہلاک ہو گیا جو ہلاک ہو گیا اور ہم باقی رہنے والوں میں سے ہو گئے پھر ہم قریب البلوغ ہوئے تو ہلاک ہوا جو ہلاک ہوا تو ہم باقی رہنے والوں میں سے ہوئے پھر ہم جوان ہو گئے تو ہلاک ہوا جو ہلاک ہوا اور ہم باقی رہنے والوں سے ہوئے پھر ہم بوڑھے ہو گئے تیرا باپ نہ رہے اس کے بعد ہم کس کا انتظار کر رہے ہیں؟

ابن لہیعہ نے حرث بن یزید سے وہ ثابت بن حرث انصاری سے روایت نقل کرتے ہیں: جب یہودیوں کا کوئی چھوٹا بچہ فوت ہوتا تو وہ کہتے: وہ صدیق ہے۔ یہ قول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا فرمایا: ''یہودیوں نے جھوٹ بولا ہے جس بچے کو اللہ تعالیٰ اس کی ماں کے پیٹ میں پیدا کرتا ہے تو وہ شقی ہوتا ہے یا سعید ہوتا ہے'' (2)۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ سے بھی اسی کی مثل مروی ہے فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ ان کی مدح نہ کرو اس کی ثنا نہ کرو کیونکہ یہ طریقہ ریا سے دور اور خشوع کے زیادہ قریب ہے۔ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ۝ یہ عمل کو زیادہ خالص کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کی سزا سے بچانے والا ہے؛ یہ حضرت حسن بصری اور دوسرے علماء سے مروی ہے۔ حضرت حسن بصری نے کہا: اللہ تعالیٰ ہر نفس کے بارے میں آگاہ تھا کہ وہ کیا عمل کرنے والا ہے اور کس طرف جانے والا ہے (3)؟ سورۂ نساء میں اس آیت کے معنی کے بارے میں کلام گزر چکی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ (النساء: 49) اسے وہاں پڑھ لیں۔ حضرت ابن عباس

1۔ بعض نسخوں میں هل کان خلق احد کی جگہ کان احد ہے اور بعض میں هل کان قبله احد کیا ان سے پہلے بھی کسی انسان کو تخلیق کیا گیا۔

2۔ اسباب النزول للواحدی، سورۃ والنجم، صفحہ 332 3۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 402

بن منبہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اس امت کے کسی فرد کا میں تزکیہ نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ تَوَلّٰى ﴿٣٣﴾ وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ﴿٣٤﴾ اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ﴿٣٥﴾

''کیا آپ نے ملاحظہ فرمایا جس نے روگردانی کی اور تھوڑا سا مال دیا پھر کنجوس بن گیا۔ کیا اس کے پاس علم غیب ہے اور وہ دیکھ رہا ہے''۔

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ تَوَلّٰى ﴿٣٣﴾ وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ﴿٣٤﴾ جب اللہ تعالیٰ نے بتوں کی عبادت کرنے میں مشرکین کی جہالت کو بیان کیا تو ان میں سے ایک معین شخص کو اس کے برے فعل کے ساتھ ذکر کیا۔ مجاہد، ابن زید اور مقاتل نے کہا: یہ آیت ولید بن مغیرہ کے حق میں نازل ہوئی (1) اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی اتباع کی تو بعض مشرکوں نے اسے عار دلائی اور کہا: تو نے اپنے آباء کے دین کو کیوں چھوڑ دیا، انہیں گمراہ قرار دیا اور تو نے گمان کیا کہ وہ جہنم میں ہیں؟ اس نے کہا میں اللہ کے عذاب سے ڈر گیا ہوں۔ تو اس مشرک نے کہا: اگر وہ اپنے مال میں سے کچھ اسے دے دے اور شرک کی طرف واپس لوٹ آئے تو وہ وحید کی جانب سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو اٹھالے گا۔ ولی نے اپنے مال میں سے کچھ اسے دیا جس نے ضمانت اٹھائی پھر بخل سے کام لیا اور مال کو روک لیا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا۔

مقاتل نے کہا: ولید نے قرآن کی تعریف کی پھر تعریف کرنے سے رک گیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے نازل کیا وَاَعْطٰى قَلِيْلًا یعنی اپنی زبان سے کچھ بھلائی کی (2)۔ وَّاَكْدٰى یعنی اسے قطع کر دیا اور اس سے رک گیا۔ ان سے یہ بھی مروی ہے: اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمان کا عہد دیا پھر منہ پھیر لیا، تو یہ آیت نازل ہوئی: اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ تَوَلّٰى۔

حضرت ابن عباس، سدی، کلبی اور مسیب بن شریک نے کہا: یہ آیت حضرت عثمان بن عفان کے حق میں نازل ہوئی۔ وہ بھلائی کے کاموں میں مال صدقہ کرتے اور خرچ کیا کرتے تھے آپ کو ان کے رضاعی بھائی عبداللہ بن ابی سرح نے کہا: یہ تم کیا کرتے ہو؟ ممکن ہے کوئی چیز آپ کے لیے باقی نہ بچے۔ حضرت عثمان غنی نے کہا: میرے گناہ اور خطائیں ہیں جو کچھ میں کرتا ہوں اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرتا ہوں اور اس کی معافی کی امید رکھتا ہوں۔

حضرت عبداللہ نے انہیں کہا: اپنی اونٹنی اس کے کجاوے کے ساتھ مجھے دے دو میں تیری جانب سے تمام گناہ اٹھالوں گا۔

حضرت عثمان نے اسے وہ اونٹنی عطا کر دی اور اس پر گواہ بنالیا اور جو صدقہ کیا کرتے تھے اس میں سے بعض سے رک گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمایا، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہی فضل و احسان دوبارہ شروع کر دیا؛ واحدی اور ثعلبی نے اس کا ذکر کیا ہے (3)۔ سدی نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ آیت عاص بن وائل سہمی کے حق میں نازل ہوئی کیونکہ وہ کبھی کبھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت کیا کرتا تھا (4)۔ محمد بن کعب قرظی نے کہا: یہ آیت ابوجہل بن ہشام کے بارے میں نازل ہوئی اس نے کہا: اللہ کی قسم! (حضرت) محمد مکارم اخلاق کا حکم دیتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فرمان وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى کا یہی مفہوم ہے۔ ضحاک نے

1۔ اسباب النزول للواحدی، صفحہ 333
2۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 254
3۔ اسباب النزول للواحدی، صفحہ 206
4۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 402

کہا: مراد نضر بن حرث ہے (1) جب وہ اپنے دین سے مرتد ہوا تو اس نے مہاجرین میں سے ایک فقیر کو پانچ اونٹنیاں دیں اور اس سے ضمانت لی کہ دین چھوڑنے کا بوجھ وہ مہاجر اٹھائے گا۔ اَكْدٰی کا اصل كدية ہے یہ اس کے لیے بولا جاتا ہے جو ایک کنواں کھودے پھر ایسے پتھر تک جا پہنچے جس کا کھودنا اس کے لیے ممکن نہ ہو قد اکدی پھر عرب اس لفظ کو اس آدمی کے لیے استعمال کرنے لگے جو عطا کرے اور پورا نہ کرے اور جو کسی شے کو طلب کرے اور اس کے آخر تک نہ پہنچے؛ حطیہ نے کہا:

فأعطى قليلاً ثم أكدى عطاءه ومن يبذلِ المعروفَ في الناسِ يُحمد

اس نے تھوڑا دیا پھر اپنے عطیہ کو روک لیا جو مال خرچ کرتا ہے لوگوں میں اس کی تعریف کی جاتی ہے۔

کسائی اور دوسرے علماء نے کہا: اکدی الحافر و أجبل یہ جملہ اس وقت بولتے ہیں جب وہ کھودنے میں پتھر یا پہاڑ تک جا پہنچے اب اس کو کھودنا ممکن نہ ہو۔ یہ جملہ بولتے ہیں: حفر و اکدی جب وہ سخت جگہ تک جا پہنچے۔ یہ جملہ بولا جاتا ہے: كديت أصابعه جب وہ کھودنے سے تھک جائیں۔ و كديت يده جب اس کا ہاتھ تھک جائے اور کچھ کام نہ کرے۔ اکدی النبت بڑھوتری کم ہو جائے۔ كدت الأرض تكدو كدوا و كُدوا فهي كادية جب وہ دیر سے نباتات اگائے۔ ابو زید سے مروی ہے: أكديت الرجل عن الشي میں نے اسے اس چیز سے لوٹا دیا۔ أكدى الرجل جب اس کی بھلائی کم ہو جائے۔

وَاَعْطٰى قَلِيْلًا وَّاَكْدٰى ﴿۳۴﴾ یعنی تھوڑا دینا بھی ختم کر دیا۔

اَعِنْدَهٗ عِلْمُ الْغَيْبِ فَهُوَ يَرٰى ﴿۳۵﴾ کیا اس کم کرنے والے کے پاس اس چیز کا علم ہے جو عذاب اس سے غائب ہے فَهُوَ يَرٰى یعنی آخرت کا امر جو اس سے غائب ہے اسے وہ جانتا ہے کہ وہ غیر کے عذاب کو اٹھانے کا ضامن بن رہا ہے اتنی جہالت اور حماقت ہی کافی ہے یہ فعل رویت دو مفعولوں کی طرف متعدی ہے جب کہ دونوں مفعول محذوف ہیں گویا فرمایا: وہ غیب کو شہادت کی طرح دیکھتا ہے۔

اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰۤى ﴿۳۷﴾ اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ﴿۳۸﴾ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ﴿۳۹﴾ وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى ﴿۴۰﴾ ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴿۴۱﴾ وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ﴿۴۲﴾

"کیا وہ آگاہ نہیں ہوا جو موسیٰ (علیہ السلام) کے صحیفوں میں ہے اور ابراہیم (علیہ السلام) کے صحیفوں میں جو پوری طرح احکام بجا لائے کہ کوئی شخص دوسرے کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا اور نہیں ملتا انسان کو مگر وہی کچھ جس کی وہ کوشش کرتا ہے اور اس کی کوشش کا نتیجہ جلد نظر آ جائے گا پھر اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور یہ کہ سب کو آپ کے رب کے پاس ہی پہنچنا ہے"۔

اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَاِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰۤى ﴿۳۷﴾ لفظ ابراہیم سے پہلے صحف کا لفظ محذوف ہے جس طرح سورۃ اعلیٰ میں ہے صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿۱۹﴾ یعنی کسی نفس کو دوسرے نفس کے بدلہ میں نہیں پکڑا جائے گا جس طرح فرمایا:

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 402

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ﴿۳۸﴾ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں کا خصوصاً ذکر کیا کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان آدمی کو اپنے بھائی، اپنے بیٹے اور اپنے باپ کے بدلے میں پکڑ لیا جاتا تھا؛ یہ ہذیل بن شرحبیل نے کہا ہے۔ ان یہ مثقلہ سے مخففہ ہے اس کا محل جر ہے کیونکہ یہ ما کا بدل ہے یا یہ محل رفع میں ہے کیونکہ ھو ضمیر مضمر ہے۔

سعید بن جبیر اور قتادہ نے وفی پڑھا یعنی شد کے بغیر پڑھا۔ اس کا معنی ہے وہ اپنے قول اور عمل میں سچا ہے۔ یہ جماعت کی قرأت کی طرف راجع ہے جو وفی ہے یعنی اس پر جو فرض کیا گیا اس نے ان سب کو ادا کیا اس نے ان میں سے کسی چیز کو نہ چھوڑا۔ یہ سورۂ بقرہ آیت 124 میں اللہ تعالیٰ کے فرمان وَ اِذِ ابْتَلٰۤى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ میں گزر چکی ہے۔ توفیہ کا معنی مکمل کرنا ہے۔ ابو بکر وراق نے کہا: جس امر کا دعویٰ کیا اس کی شرط کو ادا کیا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں فرمایا: اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۳۱﴾ (بقرہ) اللہ تعالیٰ نے ان سے اس کے دعویٰ کی صحت کا مطالبہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے مال، اولاد، ذات میں آزمایا تو انہیں پورا کرنے والا پایا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان: وَ اِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤى ﴿۳۷﴾ کا یہی مفہوم ہے یعنی اسلام کا دعویٰ کیا پھر اپنے دعویٰ کو سچ کر دکھایا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: انہوں نے ہر روز دن کے شروع میں چار رکعات ادا کر کے اپنے عمل کو پورا کیا (1)۔ ہیثم نے اسے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے۔

سہل بن سعد ساعدی نے اپنے باپ سے روایت نقل کی ہے: کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم کو اس صفت کے ساتھ کیوں ذکر کیا الَّذِیْ وَفّٰۤى کیونکہ وہ صبح اور شام کو کہا کرتے تھے: فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَ حِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ (الروم) سہیل بن معاذ نے یہ حضرت انس سے وہ اپنے باپ سے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کرتے ہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: وَفّٰۤى سے مراد ہے جس کے ساتھ آپ کو مبعوث کیا گیا ہے اس کو پورا کیا۔ وہ یہ فرمان ہے: اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ﴿۳۸﴾۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے ایک آدمی کو غیر کے گناہ کے بدلے میں پکڑ لیا کرتے تھے قتل اور زخم لگانے کی صورت میں وہ ولی کو ولی کے بدلے میں پکڑ لیتے تھے (2)۔ ایک آدمی کو اس کے باپ، اس کے بیٹے، اس کے بھائی، اس کے چچا، اس کے ماموں، اس کے چچا زاد بھائی، اس کے قریبی رشتہ دار، اس کی بیوی، اس کے خاوند اور اس کے غلام کے بدلے میں پکڑ لیا جاتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے انہیں اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام پہنچایا: اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ﴿۳۸﴾

حضرت حسن بصری، قتادہ اور سعید بن جبیر نے اللہ تعالیٰ کے فرمان وَفّٰۤى کے بارے میں کہا: جو آپ کو حکم دیا گیا اس پر عمل کیا اور اپنے رب کے پیغامات کو پہنچایا (3)۔ یہ تعبیر بہت اچھی ہے کیونکہ یہ عام ہے؛ مجاہد نے بھی اسی طرح کہا ہے: جو آپ پر

1۔ تفسیر کشاف، جلد 4، صفحہ 427　2۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 205　3۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 88

فرض کیا گیا اس کو پورا پورا ادا کیا(1)۔ ابو مالک غفاری نے کہا: اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۝ سے لے کر فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ۝ تک حضرت ابرہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں میں ہے۔ سورۂ انعام آیت 164 کے آخر میں وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى میں یہ بحث مفصل گزر چکی ہے۔

وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى ۝ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ مروی ہے(2) کہ یہ آیت اللہ تعالیٰ کے فرمان: وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ (الطور: 21) کے ساتھ منسوخ ہے قیامت کے روز چھوٹا بچہ اپنے میزان کے پاس موجود ہوگا اللہ تعالیٰ آباء کو بیٹوں کے حق میں اور بیٹوں کو آباء کے حق میں شفیع بنا لے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے: اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا (النساء: 11)

اکثر علماء تاویل نے کہا: یہ آیت محکم ہے کسی کو دوسرے کا عمل نفع نہ دے گا۔ علماء کا اس پر اجماع ہے کوئی آدمی دوسرے کی جانب سے نماز نہیں پڑھے گا۔ امام مالک نے روزہ، حج اور صدقہ میت کی جانب سے جائز قرار نہیں دیا مگر آپ نے کہا: اگر اس نے حج کی وصیت کی اور فوت ہو گیا تو اس کی جانب سے حج کرنا جائز ہے۔ امام شافعی اور دوسرے علماء نے میت کی جانب سے نفلی حج کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے بھائی حضرت عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کی جانب سے اعتکاف کیا اور ان کی طرف سے غلام آزاد کیا۔ یہ بھی روایت کی گئی ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی: میری ماں فوت ہو گئی ہے کیا میں اس کی طرف سے صدقہ کروں؟ فرمایا: ''ہاں''۔ عرض کی: کون سا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا: ''پانی پلانا''(3) یہ تمام بحث سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران اور سورۂ اعراف میں مفصل گزر چکی ہے۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى یہاں لام مجرور ہے عربی زبان میں اس کا معنی ملکیت اور ثابت کرنا ہے انسان کے لیے وہی ثابت ہوتا ہے جو وہ کوشش کرتا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ بچوں کو عمل کے بغیر جنت میں داخل فرماتا ہے۔ ربیع بن انس نے کہا: وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى یہ حکم کافر کے لیے ہے(4) جہاں تک مومن کا تعلق ہے اس کے لیے اس کا اپنا عمل اور غیر کا اس کے لیے عمل ہے۔

میں کہتا ہوں: بے شمار احادیث اس قول پر دلالت کرتی ہیں کہ مومن کو غیر کی جانب سے عمل صالح کا ثواب پہنچتا ہے جو آدمی غور و فکر کرتا ہے اس کے لیے ان میں سے کثیر روایات گزر چکی ہیں۔ صدقہ میں کوئی اختلاف نہیں جس طرح حضرت عبداللہ بن مبارک سے مسلم شریف نے شروع میں روایت گزری ہے۔ صحیح میں ہے: ''جب انسان فوت ہوتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے صرف تین عمل باقی رہتے ہیں(5) اس میں ایک یہ ہے یا نیک بچہ جو اس کے حق میں دعا کرتا ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی جانب سے فضل و احسان ہے، جس طرح کئی گنا بدلہ دینا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اللہ تعالیٰ ایک نیکی کے بدلہ میں دس سے

1۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 205 2۔ ایضاً
3۔ سنن نسائی، فضل الصدقة عن الميت، ذکر الاختلاف علی سفیان، جلد 2، صفحہ 133 4۔ المحرر الوجیز جلد 5، صفحہ 206
5۔ صحیح مسلم، کتاب الوصیة، ما یلحق الانسان من الثواب، جلد 2، صفحہ 41

لے کر سات سوگنا اور دس لاکھ تک اجر لکھتا ہے، جس طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک نیکی پر دس لاکھ نیکیوں کا اجر عطا فرماتا ہے؟ فرمایا: میں نے آپ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: ''اللہ تعالیٰ ایک نیکی پر بیس لاکھ نیکیوں کا اجر عطا فرماتا ہے''۔ یہ فضل و احسان ہے اور عدل کا اسلوب وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ احتمال موجود ہے وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی یہ صرف برائی کے ساتھ خاص ہو کیونکہ مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ کی روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا جب میرا بندہ نیکی کا ارادہ کرتا ہے اور اس پر عمل نہیں کرتا تو میں اس کے حق میں ایک نیکی لکھ لیتا ہوں اگر وہ اس پر عمل کرے تو میں اس کے حق میں دس نیکیوں سے لے کر سات سو گنا تک لکھ لیتا ہوں اور جب وہ کسی برائی کا ارادہ کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو میں اس کے خلاف کچھ بھی نہیں لکھتا اگر وہ اس پر عمل کرے تو میں صرف ایک برائی لکھتا ہوں'' (1)۔ ابو بکر وراق نے کہا: اِلَّا مَا سَعٰی کا معنی ہے مگر جس کی وہ نیت کرے۔ اس کی وضاحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں ہے: یبعث الناس یوم القیامۃ علی نیاتھم لوگوں کو قیامت کے روز ان کی نیتوں پر اٹھایا جائے گا۔

وَ اَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی ﴿۴۰﴾ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے روز اس کی جزا دکھائے گا۔

ثُمَّ یُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴿۴۱﴾ پھر اسے پورا پورا بدلہ دے گا۔ اخفش نے کہا: یہ جملہ بولا جاتا ہے جزیتہ الجزاء و جزیتہ بالجزاء دونوں جملے ایک جیسے ہیں دونوں میں کوئی فرق نہیں۔

إن أجزِ علقمةَ بنَ سعدٍ سعيَه　　لم أجزِه ببلاءِ يومٍ واحدِ (2)

اگر میں علقمہ بن سعد کو اس کے عمل کی جزا دوں تو میں ایک دن کے امتحان کا بدلہ اسے نہ دے سکوں گا۔

اس شعر میں دونوں لغتوں کو جمع کر دیا ہے۔

وَ اَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى ﴿۴۲﴾ منتھی سے مرجع، مرد اور مصدر مراد ہے یعنی لوٹنے کی جگہ پس وہ سزا دے گا یا بدلہ دے گا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اسی کی جانب سے احسان کا آغاز ہے اور اسی کے ہاں امان کی انتہا ہے۔ حضرت ابی بن کعب سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے فرمان وَ اَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى کے بارے میں فرمایا: ''رب العالمین کی ذات میں کوئی سوچ و بچار نہیں ہو سکتی'' (3)۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے تو رک جا'' (4)۔

میں کہتا ہوں: اس معنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ''شیطان تم میں سے کسی کے پاس آتا ہے وہ کہتا ہے فلاں کو کس نے پیدا کیا فلاں کو کس نے پیدا کیا؟ یہاں تک کہ وہ کہہ اٹھتا ہے تیرے رب کو کس نے پیدا کیا؟ جب وہ اس مقام تک پہنچ

1۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، اذا ھم العبد بحسنۃ، جلد 1، صفحہ 78　　2۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 255

3۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 255　　4۔ المحرر الوجیز، جلد 5، صفحہ 207

جائے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہو اور رک جاؤ'' (1)۔ سورۂ اعراف میں یہ بحث گزر چکی ہے۔ جس نے کہا کتنا اچھا کہا:

وَلا تُفَكِّرَنَّ فِي ذِي الْعُلَا عَزَّ وَجْهُهُ   فَإِنَّكَ تُرْدَى إِنْ فَعَلْتَ وَ تُخْذَلُ

وَدُونَكَ مَصْنُوعَاتِهِ فَاعْتَبِرْ بِهَا   وَقُلْ مِثْلَ مَا قَالَ الْخَلِيلُ الْمُبَجَّلُ

صاحب عظمت جس کی ذات غالب ہے اس میں غور و فکر نہ کر اگر تو نے ایسا کیا تو تجھے ہلاک کر دیا جائے گا اور رسوا کر دیا جائے گا اس کی مصنوعات کو لو اور اس کے ساتھ عبرت حاصل کرو اسی طرح کہو جس طرح ذی شان خلیل نے کہا۔

وَ اَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَ اَبْكٰى ﴿۴۳﴾ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَ اَحْيَا ﴿۴۴﴾ وَ اَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰى ﴿۴۵﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰى ﴿۴۶﴾

''اور یہ کہ وہی ہنساتا ہے اور رلاتا ہے اور یہ کہ وہی مارتا ہے اور جلاتا ہے اور یہ کہ اس نے پیدا فرمائیں دونوں قسمیں نر اور مادہ وہ بھی ایک بوند سے جب ٹپکتی ہے''۔

وَ اَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَ اَبْكٰى ﴿۴۳﴾ واسطے ختم ہو گئے اور حقائق اللہ تعالیٰ کے لیے باقی رہ گئے اس کے سوا کوئی فاعل نہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: نہیں اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی یہ نہیں کہا کہ میت کو کسی کے رونے سے عذاب ہوتا ہے (2) بلکہ فرمایا: اللہ تعالیٰ کافر کے حق میں اس کے گھر والوں کے رونے سے عذاب میں اضافہ کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی رلاتا ہے اور ہنساتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ آپ سے یہ بھی مروی ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے جو ہنس رہے تھے۔ فرمایا: ''اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم تھوڑا ہنستے اور زیادہ روتے'' (3)۔ حضرت جبرئیل امین آپ کے پاس آئے پھر کہا: اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ آپ کو فرماتا ہے: وہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان صحابہ کے پاس واپس تشریف لائے فرمایا: ''میں چالیس قدم بھی نہیں چلا تھا یہاں تک کہ جبرئیل امین میرے پاس حاضر ہوئے اور کہا ان کے پاس جایئے انہیں کہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے وہی ہنساتا ہے اور وہی رلاتا ہے'' یعنی ہنسنے اور رونے کے اسباب کا فیصلہ کر دیا۔

عطا بن ابی مسلم نے کہا: اسی نے خوشی عطا کی اور اسی نے غمگین کیا کیونکہ خوشی ہنسنے کا باعث ہوتی ہے اور غم رونے کو لاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہنسا کرتے تھے؟ فرمایا: ہاں۔ اللہ کی قسم! ایمان ان کے دلوں کو مضبوط پہاڑوں سے زیادہ راسخ کر دیتا تھا (4)۔

سورۂ نمل اور سورۂ براءت میں یہ بحث گزر چکی ہے۔ حضرت حسن بصری نے کہا: اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کو جنت میں ہنسایا اور جہنمیوں کو جہنم میں رلایا (5)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: جسے چاہا دنیا میں اسے ہنسایا یعنی اسے خوش کیا اور جس کو چاہا اسے رلایا یعنی

1۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، الوسوسۃ فی الایمان، جلد 1، صفحہ 79

2۔ صحیح مسلم، کتاب الجنائز، المیت یعذب ببکاء اھلہ، جلد 1، صفحہ 303

3۔ اسباب النزول للواحدی، صفحہ 334

4۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 256

5۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 89

اسے غم دیا۔ ضحاک نے کہا: زمین کو نباتات کے ذریعے ہنسایا اور آسمان کو بارش کے ذریعے رلایا (1)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: درختوں کو کلیوں کے ساتھ ہنسایا اور بادلوں کو بارش کے ساتھ رلایا۔ حضرت ذوالنون نے کہا: مومنوں اور عارفین کے دلوں کو اپنی معرفت کے سورج کے ساتھ ہنسایا اور اور نافرمانوں کو ناراضگی کے ساتھ رلایا۔ محمد بن علی ترمذی نے کہا: مومن کو آخرت میں ہنسایا اور اسے دنیا میں رلایا۔ بسام بن عبداللہ نے کہا: اللہ تعالیٰ نے ان کے دانتوں کو ہنسایا اور ان کے دلوں کو رلایا اور یہ شعر پڑھا:

السِنُّ تَضحَکُ والأحشاءُ تَحتَرِقُ وانما ضِحکُها زُورٌ و مُختَلَقُ

یا رُبَّ باکٍ بِعَینٍ لا دموع لها ورُبَّ ضاحِکِ سنٍ مابِهِ رَمَقُ

دانت ہنستے ہیں اور انتڑیاں جلتی ہیں بے شک ہنسنا جھوٹ و بناوٹی ہے۔ کتنے ہی ایسی آنکھ سے روتے ہیں جن کے آنسو نہیں ہوتے کتنے ہی دانتوں سے ہنستے ہیں جن میں زندگی کی رمق نہیں ہوتی۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: اللہ تعالیٰ نے تمام حیوانوں سے انسان کو ہنسنے اور رونے کے ساتھ خاص کیا ہے انسان کے علاوہ کوئی ہنستا اور روتا نہیں۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: صرف بندر ہنستا ہے روتا نہیں اور صرف اونٹ روتا ہے ہنستا نہیں۔ یوسف بن حسین نے کہا: طاہر مقدسی سے پوچھا گیا کیا فرشتے ہنستے ہیں؟ جواب دیا: وہ اور عرش کے نیچے جو کچھ ہے جب سے جہنم کو پیدا کیا گیا ہے وہ نہیں ہنسے۔

وَ اَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَ اَحْيَا ۝ اس نے موت اور حیات کے اسباب کا فیصلہ کر دیا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: موت و حیات کو پیدا کیا جس طرح فرمایا الَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَ الۡحَیٰوۃَ (ملک: 2) یہ ابن بحر کا قول ہے (2)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: کافر کو کفر کے ساتھ موت دی اور مومن کو ایمان کے ساتھ زندہ کی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اَوَ مَنۡ کَانَ مَیۡتًا فَاَحۡیَیۡنٰهُ (الانعام: 122) فرمایا: اِنَّمَا یَسۡتَجِیۡبُ الَّذِیۡنَ یَسۡمَعُوۡنَ ؕ وَ الۡمَوۡتٰی یَبۡعَثُهُمُ اللّٰهُ (الانعام: 36) جس طرح پہلے گزر چکا ہے؛ عطا کا قول بھی اسی طرف لوٹتا ہے، اپنے عدل کے ساتھ مارا اور اپنے فضل کے ساتھ زندہ کیا۔ اور اس کا قول بھی اسی طرف لوٹتا ہے مال روکنے اور بخل کرنے کے ساتھ موت دی اور سخاوت اور مال خرچ کرنے کے ساتھ زندہ کیا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: نطفہ کو موت دی اور روح کو زندہ کیا۔ ایک قول یہ کیا گیا: آباء کو موت دی اور بیٹوں کو زندہ کیا۔ ایک قول یہ کیا گیا: حیات سے مراد سرسبزی اور موت سے مراد خشک سالی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا: نیند دی اور بیدار کیا۔ ایک قول یہ کیا گیا: دنیا میں موت دی اور دوبارہ اٹھانے کے لیے زندہ کیا۔

وَ اَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوۡجَیۡنِ الذَّکَرَ وَ الۡاُنۡثٰی ۝ مراد حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہے یہاں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا، مراد نہیں کیونکہ مذکر و مؤنث نطفہ سے پیدا کیے گئے ہیں (جب کہ حضرت آدم و حوا علیہما السلام کی تخلیق نطفہ سے نہیں ہوئی) نطفہ سے مراد قلیل پانی ہے یہ نطف الماء سے مشتق ہے جب وہ قطرہ بن کر گرے۔ تُمۡنٰی ۝ جسے رحم میں ٹپکایا جاتا ہے اور بہایا جاتا ہے۔ کلبی، ضحاک اور عطا ابن ابی رباح نے کہا یہ جملہ کہا جاتا ہے: منی الرجل و أمنی (3)۔ مَنِیّ سے مشتق

1۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 256 2۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 404 3۔ ایضاً، جلد 5، صفحہ 405

ہے منی کو یہ نام اس لیے دیا گیا ہے کیونکہ اس میں خونوں کو بہایا جاتا ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: تمنی کا معنی ہے(1) اس کا اندازہ لگایا جاتا ہے؛ یہ ابو عبیدہ کا قول ہے یہ جملہ بولا جاتا ہے: مَنَیتُ الشیء جب تو اس کا اندازہ لگائے منی لہ اسے مقدر کیا گیا؛ شاعر نے کہا:

حَتّٰی تُلَاقِیَ مایَمنِی لَکَ المَانِی

یہاں تک کہ تو اسے ملے جسے قادر نے تیرے لیے مقدر کیا ہے۔

وَ اَنَّ عَلَیْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰىۙ۝ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَ اَقْنٰىۙ۝ وَ اَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰىۙ۝ وَ اَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا ﰳالْاُوْلٰىۙ۝ وَ ثَمُوْدَاۡ فَمَاۤ اَبْقٰىۙ۝ وَ قَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَ اَطْغٰىؕ۝ وَ الْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰىۙ۝ فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰىۚ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى۝

”اور یہ کہ اسی (اللہ تعالیٰ) کے ذمہ ہے دوسری بار پیدا فرمانا اور یہ کہ وہی غنی کرتا ہے اور مفلس بناتا ہے اور یہ کہ وہی شعریٰ (ستارے) کا رب ہے اور یہ کہ اسی نے ہلاک کیا عاد اول (قوم ہود) اور ثمود کو بھی پھر کسی کو نہ چھوڑا اور (ہلاک کیا) قوم نوح کو ان سب سے پہلے وہ بڑے ظالم اور سرکش تھے اور (لوط کی) اوندھی بستی کو بھی پٹخ دیا پس ان پر چھا گیا جو چھا گیا پس (اے سننے والے بتا) تو اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلائے گا“۔

وَ اَنَّ عَلَیْهِ النَّشْاَةَ الْاُخْرٰى۝ جب روحوں کو جسموں میں لوٹایا جائے گا تاکہ انہیں اٹھایا جائے۔ ابن کثیر اور ابو عمرو نے النَّشَاۤءَةَ شین کے فتحہ اور الف ممدودہ کے ساتھ پڑھا ہے اس نے یہ وعدہ کیا اور اس کا وعدہ سچا ہے۔ وَ اَنَّهٗ هُوَ اَغْنٰى وَ اَقْنٰى۝ ابن زید نے کہا: جس کو چاہا غنی کر دیا اور جس کو چاہا فقیر بنا دیا(2)، پھر اس آیت کو پڑھا یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَ یَقْدِرُ لَهٗ (سبا:39) اور اس آیت کی تلاوت کی یَقْبِضُ وَ یَبْصُۜطُ (البقرہ:245) طبری نے اسے پسند کیا ہے۔ ابن زید سے یہ بھی مروی ہے اور مجاہد، قتادہ اور حسن بصری نے یہ کہا ہے: اَغْنٰى یعنی اسے مالدار بنا دیا(3)، اقنی اسے خادم بنا دیا(4)۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اَقْنٰى تمہارے لیے مال بنایا ہے جسے تم کماتے ہو اس کا معنی خادم بنانا بھی ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس کا معنی ہے جو عطا کیا اس پر راضی کیا یعنی اسے غنی کیا پھر جو عطا کیا اس کے ساتھ راضی کیا؛ یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ جوہری نے کہا: قَنِیَ الرجل یَقْنِی قنی جس طرح غَنِیَ یَغْنِی غنی ہے۔ اقناہ اللہ یعنی اللہ تعالیٰ نے اسے وہ عطا کیا جسے ذخیرہ کیا جاتا ہے یعنی مال اور چاندی۔ اقناہ اللہ یعنی اسے راضی کیا۔ قنی کا معنی رضا ہے، یہ ابو زید سے مروی ہے عرب کہتے ہیں جسے سو بکریاں عطا کی گئیں تو اسے قنی عطا کیا گیا؛ جسے سو بھیڑیں دی گئیں اسے غنا دی گئی، جسے سو اونٹ دیئے گئے تو اسے منی دیا گیا۔ یہ جملہ بولا جاتا ہے: اغناہ اللہ و اقناہ اسے وہ چیز عطا کی گئی جس سے وہ سکون حاصل کرتا ہے۔

1۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 257 2۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 405 3۔ ایضاً 4۔ تفسیر حسن بصری، جلد 5، صفحہ 89

ایک قول یہ کیا گیا: اَغْنٰی وَ اَقْنٰی اس کی ذات کو غنی کیا اور اپنی مخلوق کو اس کا محتاج بنا دیا (1)؛ یہ سلیمان تیمی نے کہا۔ سفیان نے کہا: قناعت کے ساتھ غنی کیا اور رضا کے ساتھ سکون عطا کیا (2)۔ اخفش نے کہا: اقنی یعنی محتاج کیا۔ ابن کیسان نے کہا: اسے اولاد دی۔ یہ قول تمام پہلے اقوال کی طرف راجع ہے۔

وَ اَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ﴿۴۹﴾ شعری ایسا روشن ستارہ ہے جو جوزاء کے ساتھ طلوع ہوتا ہے اس کا طلوع سخت گرمی میں ہوتا ہے۔ دونوں شعری ہیں عبور جو جوزاء میں ہوتا ہے شعری غمیصاء جو ذراع میں ہوتا ہے۔ عرب گمان کرتے ہیں کہ یہ دونوں سہیل کی بہنیں ہیں۔ یہ ذکر کیا کہ وہ شعری کا رب ہے اگرچہ وہ دوسروں کا بھی رب ہے کیونکہ عرب شعری کی تعظیم بجالاتے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں آگاہ کیا کہ شعری رب نہیں مربوب ہے۔

اس میں اختلاف ہے کہ کون اس کی عبادت کرتا تھا؟ سدی نے کہا: حمیر اور خزاعہ قبیلہ اس کی عبادت کرتا تھا۔ دوسرے علماء نے کہا: سب سے پہلے جس نے اس کی عبادت کی وہ ابو کبشہ تھا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امہات کی جانب سے اجداد میں شامل تھا اس وجہ سے قریش کے مشرکوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابن ابی کبشہ کا نام دیا جب آپ نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی اور ان کے دینوں کی مخالفت کی۔ انہوں نے کہا: ہم نے ابن ابی کبشہ سے کیا پایا ہے؟ ابوسفیان نے فتح مکہ کے روز کہا تھا جب کہ وہ ایک تنگ راستہ میں کھڑا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر اس کے پاس سے گزر رہے تھے: لقد أمر أمر ابن ابی کبشہ ابن ابی کبشہ کا امر قوی ہو گیا۔ جو عرب شعری کی پوجا کرتے تھے وہ اس کی تعظیم کرتے اور عالم میں اس کی تاثیر کا اعتقاد رکھتے تھے؛ شاعر نے کہا:

مضٰی أَيْلُولُ وارتفعَ الحَرُورُ وأَخْبَتْ نارَها الشِّعرى العَبُورُ (3)

ماہ ستمبر گزر گیا اور گرمی ختم ہو گئی اور شعری عبور نے اس کی آگ کو بجھا دیا۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: عرب اپنی خرافات میں کہتے ہیں کہ سہیل اور شعری میاں بیوی تھے۔ سہیل نیچے اترا تو وہ یمانی ہو گیا شعری عبور نے اس کا پیچھا کیا اور کہکشاں کو عبور کیا تو اس کا نام عبور ہو گیا۔ غمیصاء کھڑی ہوئی اور سہیل کے گم ہونے پر وہ روئی یہاں تک کہ اس کی آنکھیں کیچڑ بہانے لگیں تو اس کا نام غمیصاء ہو گیا کیونکہ یہ دوسرے سے زیادہ مخفی ہوتا ہے۔ وَ اَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا ۨالْاُوْلٰى ﴿۵۰﴾ اس کا نام اولی رکھا کیونکہ یہ ثمود سے پہلے تھے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ ثمود، ثماد سے پہلے تھے۔ ابن زید نے کہا: اسے عاد اولی کہا گیا کیونکہ یہ پہلی امت تھی جو حضرت نوح علیہ السلام کے بعد ہلاک ہو گئی۔ ابن اسحاق نے کہا: وہ دونوں عاد تھیں پہلی قوم عاد کو ریح صرصر (شدید ہوا) سے ہلاک کیا گیا پھر دوسری قوم عاد تھی اسے چیخ کے ساتھ ہلاک کیا گیا۔ ایک قول یہ کیا گیا: عاد اولی وہ عاد بن ارم بن عوص بن سام بن نوح تھی اور دوسری عاد، عاد اولی کی اولاد میں سے تھی۔ معنی قریب قریب ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا: دوسری قوم عاد جبارون تھے وہی قوم ہود تھی۔ عام قرأت عادا اولی ہے یعنی تنوین اور ہمزہ کو واضح کیا گیا ہے۔ نافع، ابن محیصن اور ابو عمرو نے عادا الاولی پڑھا ہے یعنی ہمزہ کی حرکت لام کو دی اور نون تنوین کو اس میں

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 405 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً

مدغم کر دیا مگر قالون اور سوسی دونوں ساکن ہمزہ کو ظاہر کرتے تھے باقی قراء نے قاعدہ کے مطابق واؤ سے بدل دیا تب عرب اس قلب کو الٹ دیتے ہیں اور کہتے ہیں: قُم لَانَ عَنّا وصم لثنین اصل میں قُمِ الآنَ وَصُمِ الاثنین ہے۔

وَثَمُوْدَاۡ فَمَآ اَبْقٰی ﴿۵۱﴾ ان کے ثمود، قوم صالح تھی انہیں چیخ کے ساتھ ہلاک کیا گیا۔ اسے ثموداً اور ثمودَ پڑھا گیا ہے۔ یہ بحث پہلے گزر چکی ہے۔ عاد پر عطف کرتے ہوئے اسے منصوب پڑھا گیا ہے۔ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ یعنی عاد و ثمود سے پہلے قوم نوح کو ہلاک کیا۔ اِنَّهُمْ كَانُوْا هُمْ اَظْلَمَ وَاَطْغٰی ﴿۵۲﴾ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت نوح علیہ السلام طویل عرصہ تک ان کے درمیان رہے یہاں تک کہ ایک آدمی اپنے بیٹے کے ہاتھ کو پکڑتا اور حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاتا اور بیٹے کو کہتا: اس سے محتاط رہنا کیونکہ یہ جھوٹا ہے کیونکہ میرا باپ مجھے اس کے پاس لے گیا تھا اور اس نے مجھے وہی بات کی تھی جو میں نے تجھے کہی ہے تو بڑا کفر پر مرجاتا، چھوٹا اپنے باپ کی وصیت پر پروان چڑھتا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے کہ ضمیر عاد، ثمود اور قوم نوح میں سے جس کا ذکر کیا گیا ہے اس کی طرف لوٹ رہی ہے یعنی وہ عربوں کے مشرکوں سے زیادہ کافر اور سرکش تھے۔ اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جارہی ہے گویا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: تو بھی صبر کر اچھا انجام آپ کے لیے ہے۔

وَالْمُؤْتَفِكَةَ اَهْوٰی ﴿۵۳﴾ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے شہر ان پر الٹ گئے ان کا اوپر والا حصہ نیچے والا حصہ بن گیا۔ یہ جملہ کہا جاتا ہے: اَفَكْتُهٗ تو نے اسے الٹ دیا اور تو نے اسے پھیر دیا۔ اھوی ان بستیوں کو آسمان کی طرف اٹھانے کے بعد انہیں دھنسا دیا۔ حضرت جبریل امین نے انہیں اٹھایا پھر انہیں زمین کی طرف گرا دیا۔ مبرد نے کہا: انہیں گرنے والا بنا دیا۔ یہ جملہ کہا جاتا ہے: ھوی یھوی ھویا یعنی وہ گر گیا۔ أھوی یعنی اسے گرا دیا۔

فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰی ﴿۵۴﴾ انہیں پتھروں سے چھپا دیا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ (ہود: 82) ایک قول یہ کیا گیا ہے: ضمیر تمام امتوں کی طرف لوٹ رہی ہے یعنی انہیں عذاب نے ڈھانپ لیا۔ یہاں عذاب کو مبہم ذکر کیا ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کو ایسے عذاب سے ہلاک کیا گیا جو اس عذاب سے مختلف تھا جس عذاب سے دوسری قوم کو ہلاک کیا گیا تھا۔ ایک قول یہ کیا گیا: یہ انداز امر کی عظمت بیان کرنے کے لیے ہے۔

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰی ﴿۵۵﴾ تم اپنے رب کی کون سی نعمتوں میں شک کرتے ہو۔ خطاب جھٹلانے والے انسان کو ہے۔ اٰلَآء سے مراد نعمتیں ہیں اس کا واحد اَلی، اِلی اور اِلْیٌ ہے یعقوب نے تماری پڑھا ہے دو تاؤں میں سے ایک کو دوسری میں ادغام کیا اور اسے مشدد پڑھا۔

هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ﴿۵۶﴾ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ﴿۵۷﴾ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ﴿۵۸﴾ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَ اَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴿۶۲﴾

"یہ ڈرانے والا (رسول عربی) بھی پہلے ڈرانے والوں کی طرح ہے۔ قریب آنے والی قریب آ گئی۔ اللہ کے سوا اس کو کوئی ظاہر کرنے والا نہیں۔ بھلا کیا تم اس بات سے تعجب کر رہے ہو اور (بے شرموں کی طرح)

ہنس رہے ہو اور روتے نہیں اور تم نے کھیل مذاق بنا رکھا ہے۔ پس سجدہ کرو اللہ تعالیٰ کے لیے اور اس کی عبادت کیا کرو"۔

هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ابن جریج اور محمد بن کعب نے کہا: اس سے یہ ارادہ کیا ہے(1) کہ حضرت محمد ﷺ حق کے ساتھ خبردار کرنے والے ہیں جس کے ساتھ آپ سے پہلے انبیاء نے ڈرایا۔ اگر تم نے آپ کی اطاعت کی تو تم کامیاب ہو جاؤ گے بصورت دیگر تم پر وہی عذاب نازل ہوگا جو تم سے قبل رسولوں کو جھٹلانے والوں پر نازل ہوا۔ قتادہ نے کہا: مراد قرآن ہے یہ اس چیز کے ساتھ خبردار کرنے والا ہے جس کے ساتھ سابقہ کتابوں نے خبردار کیا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: ہم نے سابقہ امتوں کی جو خبریں دی ہیں کہ وہ ہلاک ہوئے یہ اس امت کو ڈرانا ہے کہ ان پر بھی وہی عذاب نازل ہو سکتا ہے جو ان قوموں پر عذاب نازل ہوا۔ نذر قوم عرب میں انذار کے معنی میں ہے جس طرح نکر، انکار کے معنی میں ہے یعنی یہ تمہیں ڈرانا ہے۔ ابو مالک نے کہا: یہ سابقہ امتوں کے واقعات جن کے ساتھ تمہیں خبردار کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں ہیں۔ سدی نے کہا: مجھے ابو صالح نے خبر دی ہے یہ کلمات جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان اَمْ لَمْ يُنَبَّاْ بِمَا فِيْ صُحُفِ مُوْسٰى ۙ وَاِبْرٰهِيْمَ سے لے کر هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى تک سب حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ کے صحیفوں میں ہیں۔

اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ قیامت قریب ہو گئی۔ اسے آزفہ کا نام دیا کیونکہ اس کے نزدیک یہ قریب ہی واقع ہوگی جس طرح فرمایا: يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۙ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا (المعارج) ایک قول یہ کیا گیا ہے: اسے آزفہ کا نام دیا گیا کیونکہ یہ لوگوں کے قریب ہے اسے لوگوں کے قریب کیا تاکہ وہ اس کی تیاری کریں کیونکہ وہ امر جو واقع ہو کر رہنے والا ہوتا ہے وہ قریب ہوتا ہے جس طرح کہا: ازف الترحل کوچ قریب آ گیا۔

صحاح میں ہے: أزف الترحل يأزف أزفا یعنی کوچ قریب آ گیا۔ اس معنی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ قیامت قریب آ گئی۔ أزف الرجل فهو آزف، آزف یہ فاعل کا وزن ہے۔ متآزف القصیر وہی جو قریب ہو۔ ابو زید نے کہا: میں نے ایک بدو سے پوچھا: ما المحبنطئ؟ اس نے جواب دیا: المتکأکئ۔ میں نے پوچھا: ما المتکأکئ؟ اس نے جواب دیا: المتآزف میں نے پوچھا: ما المتآزف؟ اس نے جواب دیا: تو احمق ہے اور چلا گیا۔

لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَاشِفَةٌ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اسے پیچھے یا آگے کرنے والا نہیں ہوگا۔ ایک قول یہ کیا گیا: كَاشِفَةٌ کا معنی انکشاف ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اسے ظاہر کرنے والا نہیں۔ كَاشِفَةٌ اسم ہے جو مصدر کے معنی میں ہے اس میں ھاء اسی طرح ہے جس طرح عاقبہ، عافیہ، داھیہ اور باقیہ میں ہے جس طرح عربوں کا قول ہے: ما لفلان من باقیة یہاں باقیة بقاء کے معنی میں ہے۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: کوئی بھی اسے نہیں لوٹائے گا، یعنی جب قیامت برپا ہوگی تو ان کے معبودوں میں سے کوئی اسے دور نہیں کرے گا اور اس کے سوا کوئی انہیں نجات نہیں دے گا۔ قیامت کو غاشیہ کا نام دیا

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5 صفحہ 406

ہے جب یہ غاشیہ ہے تو اس کا رد کرنا کشف ہوگا۔ اس تعبیر کی بنا پر کاشفہ مونث محذوف کی صفت ہوگی تقدیر کلام یہ ہوگی نفس کاشفة، فرقة کاشفة، حال کاشفة۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: کاشفہ، کاشف کے معنی میں ہے۔ ھاء مبالغہ کے لیے ہے جس طرح راویة اور داھیة ہے۔

اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ اس سے مراد قرآن ہے۔ یہ استفہام توبیخ کے لیے ہے۔ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾ اس کو جھٹلاتے ہوئے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے، استہزاء کرتے ہوئے، ہنستے ہوئے اور وعید سے ڈرتے ہوئے روتے نہیں۔ روایت بیان کی جاتی ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا بلکہ صرف آپ تبسم کرتے (1)۔

حضرت ابوہریرہ نے کہا: جب اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِیْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾ آیت نازل ہوئی تو اہل صفہ نے کہا: اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ پھر وہ رونے لگے یہاں تک کہ ان کے آنسو ان کے رخساروں پر بہہ پڑے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے رونے کو سنا تو آپ کے ساتھ روتے اور ہم آپ کے رونے کی وجہ سے روئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لا یلج النار من بکی من خشیة الله ولا یدخل الجنة مصر علی معصیة الله ولولم تذنبوا لذهب الله بکم ولجاء بقوم یذنبون فیغفر لهم ویرحمهم إنه هو الغفور الرحیم (2) جو آدمی اللہ تعالیٰ کے ڈر کی وجہ سے رو یا وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا اور جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر مصر رہا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا اگر تم گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں لے جائے گا اور ایک ایسی قوم لے آئے گا جو گناہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے گا اور ان پر رحم فرمائے گا بے شک وہ غفور رحیم ہے۔

ابو حازم نے کہا: حضرت جبریل امین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کہ ان کے پاس ایک آدمی رو رہا تھا۔ جبریل امین نے پوچھا: یہ کون ہے؟ فرمایا: "یہ فلاں ہے"۔ حضرت جبریل امین نے کہا: ہم انسان کے تمام اعمال کا وزن کرتے ہیں صرف رونے کا وزن نہیں کرتے بے شک اللہ تعالیٰ ایک آنسو سے جہنم کے سمندروں کو بجھا دیتا ہے۔

وَ اَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾ تم لاپرواہی کرنے والے اور اعراض کرنے والے ہو (3)۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جیسے والبی اور عوفی نے آپ سے روایت کیا ہے عکرمہ نے ان سے روایت کیا حمیر کی لغت میں اس کا معنی گانا گانا ہے (4)؛ یہ جملہ کہا جاتا ہے: سَمِدْ لنا ہمارے لیے گانا گاؤ جب وہ قرآن پڑھتے ہوئے سنتے تو وہ گانا گانا شروع کر دیتے اور کھیل کود میں شروع ہو جاتے تاکہ وہ اسے نہ سن سکیں۔ ضحاک نے کہا: سامدون کا معنی متکبر نہیں۔ صحاح میں ہے سمد سمودا اس نے تکبر کی وجہ سے اپنا سر اٹھایا۔ ہر سر اٹھانے والا سامد ہوتا ہے؛ شاعر نے کہا: سَوَامِدُ اللَّیْلِ خِفَافُ الْاَزْوَادُ

اس مصرعہ میں سوامد کا معنی سر اٹھانے والے کیا ہے۔ وہ کہتا ہے: ان کے پیٹوں میں چارہ نہیں۔ ابن اعرابی نے کہا: سمدتْ سمودا یعنی میں بلند ہوا۔ سمدتْ الابل فی سیرها اس نے تیزی دکھائی۔ السمود کا معنی لہو ولعب ہے السامد لہو ولعب کرنے والا۔ لونڈی کو کہا جاتا ہے: اُسْمِدِیْنَا نغمہ کے ساتھ ہمارا دل بہلاؤ۔ تسمیہ الارض سے مراد ہے کہ اس میں کھاد

1۔ تفسیر کشاف، جلد 4، صفحہ 430
2۔ شعب الایمان، باب فی الخوف من اللہ تعالیٰ، جلد 1، صفحہ 489، حدیث 738
3۔ معالم التنزیل، جلد 5، صفحہ 258
4۔ ایضاً

ڈالی جائے۔ تسمید الرأس سے مراد ہے اس کے بالوں کو جڑ سے اکھیڑ دینا۔ یہ تسبید میں ایک لغت ہے۔ اسماد الرجل اسمئد اداغصہ کی وجہ سے اس کا جسم سوج گیا۔

حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سٰمِدُوْنَ کا معنی ہے کہ وہ نماز پڑھے بغیر بیٹھتے ہیں اور نماز کا انتظار بھی نہیں کرتے۔ حضرت حسن بصری نے کہا: وہ امام کے کھڑا ہونے سے پہلے کھڑے ہو جاتے ہیں (1)۔ ان سے ہی مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ آپ نکلے تو لوگ کھڑے ہو کر انتظار کر رہے تھے فرمایا: مالی أراکم سامدین کیا وجہ ہے میں تمہیں کھڑے ہو کر انتظار کرتے ہوئے دیکھتا ہوں؛ ماوردی نے اسے ذکر کیا ہے (2)۔ مہدوی نے حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نماز کے لیے نکلے تو لوگوں کو کھڑے ہوئے انتظار کرتے ہوئے دیکھا فرمایا: مالکم سامدون؛ یہ مہدوی کا قول ہے۔ لغت میں معروف یہ ہے سَمَدَ یَسْمُدُ سُمُوْدًا جب وہ لا پرواہی اور اعراض کرے۔ مبرد نے کہا: سامدون کا معنی ہے خامدون یعنی ٹھنڈے۔

صالح ابو خلیل نے کہا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس آیت اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ﴿۶۱﴾ کو پڑھا تو وصال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہنستے ہوئے نہ دیکھا گیا آپ صرف تبسم فرماتے تھے؛ نحاس نے اس کا ذکر کیا ہے۔

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ﴿۶۲﴾ ایک قول یہ کیا گیا ہے: اس سے مراد سجدہ تلاوت ہے (3)؛ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی نے بھی یہی کہا ہے۔ سورت کے آغاز میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث گزر چکی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں سجدہ کیا اور مشرکوں نے بھی ساتھ ہی سجدہ کیا۔ ایک قول یہ کیا گیا ہے: مشرکوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس لیے سجدہ کیا تھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿۱۹﴾ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ﴿۲۰﴾ کی قرأت کی تو مشرکوں نے اس موقع پر شیاطین کی آوازوں کو سنا کہ آپ نے کہا: تلك الغرانيق العلى و شفاعتهن ترتجى۔ سعید بن جبیر کی روایت میں اسی طرح ترتجی ہے۔ ابو العالیہ کی روایت میں ہے و شفاعتهن ترتضى و مثلهن لا ينسى ہے مشرک اس سے خوش ہوئے انہوں نے گمان کیا کہ یہ بھی (حضرت) محمد کا قول ہے جس کی وضاحت سورۂ حج میں گزر چکی ہے۔ جب یہ خبر حبشہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کو پہنچی تو وہ لوٹ آئے کیونکہ انہوں نے گمان کیا تھا کہ اہل مکہ ایمان لے آئے ہیں اہل مکہ نے ان پر سختی کی اور انہیں سخت اذیتیں دیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مصائب سے چھٹکارا دلایا۔

ایک قول یہ کیا گیا ہے: مراد نماز میں فرض سجدہ ہے؛ یہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول ہے آپ اسے لازم سجدہ (سجدۂ تلاوت) خیال نہیں کرتے تھے؛ امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری معمول یہ تھا کہ آپ نے مفصل سورتوں میں سجدہ کرنے کو ترک کر دیا تھا۔ پہلا قول زیادہ صحیح ہے اس کے بارے میں گفتگو سورۂ اعراف کے آخر میں مفصل گزر چکی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

1۔ تفسیر ماوردی، جلد 5، صفحہ 407 2۔ ایضاً 3۔ ایضاً